پہلے باب مین ۱۲، دوسرے مین ۵، تیسرے مین ۴، اور چوتھے مین ۸، موضوع ہین، یہ رسالہ ہر بچہ کے لیے مفید، سبق آموز اور اخلاق کی درستی کا سبب بن سکتا ہی، اس رسالہ کا خط بھی جلی اور صاف ہے،

قوم پرست طالب علم، مؤلفہ جناب محمد عبد الغفار صاحب، مدھولوی، صفحہ ۴۴، قیمت ۴ر، پتہ مکتبہ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی،

یہ ڈراما بچون کے کھیلنے کے لیے لکھا گیا ہے، اس مین متحدہ قومیت، حب وطن، ایثار، راست بازی، وفاداری اور بالآخر کامیابی کے مناظر نہایت ہی اچھے طریقے سے دکھائے گئے ہین، اور طلبہ مین یہ پاک جذبات پیدا کرنے مین یہ ڈراما یقیناً کارآمد ثابت ہوگا، لیکن اگر اس مین ارشد کو آخر وقت تک طالب علم ہی مین رکھا جاتا تو بہتر تھا، ورنہ اگر ناسمجھ کم سن لڑکون کے دلون مین ہمارے ہیرو کی پیروی کا خیال آگیا تو ان کو تعلیم کی دولت سے محروم ہونا پڑیگا، دوسرے طلبہ کے سن کو بھی واضح نہین کیا گیا ہے،

دوزخ کا کھٹکا، مصنفہ جناب مولانا حافظ احمد سعید صاحب، ص ۱۳۶، قیمت عمر، پتہ :- مینجر مکتبہ علمیہ بازار بلی ماران دہلی،

اب سے کچھ ماہ پہلے مولوی صاحب موصوف نے ان احادیث کو جنمین جنت کی بشارت دیگئی ہے جنت کی کنجی کے نام سے رسالہ کی صورت مین شائع کرایا تھا اور اب انھون نے ان احادیث کو جمع کیا ہے جنمین عذاب دوزخ کا ڈر دلا کر لوگون کو گناہون سے روکا گیا ہی، عوام کے لیے اس کا مطالعہ بہتری کا باعث ہوگا،

پرواز خیال، از خواجہ حمید الدین صاحب حمید لکھنوی صفحہ ۲۸۲ مجلد قیمت درج نہین پتہ مینجر نامی پریس، لکھنؤ،

خواجہ حمید لکھنؤ کے نوجوان شعراء مین ہین پرواز خیال انھی کی غزلون کا مجموعہ ہے، ابتدا مین جناب خواجہ عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی کا مقدمہ ہی جس مین مصنف کے حالات کے علاوہ غیر لکھنوی زبان و شاعری پر معاندانہ بحث بھی ہی، اور اسی چیز نے خواجہ حمید کے کلام کو صرف لطف خیال کی بجائے ناقدانہ طور پر دیکھے جانے کا سبب بنا دیا ہی، اور اگر اسپر بعض مخالفانہ تقریظین شائع ہون تو تعجب نہین کہ اعلان جنگ اسی طرف سے ہوا ہی، اس قسم کا مقدمہ اصل کتاب کی اکثر خوبیون کو برباد کر دیتا ہے، خواجہ حمید لکھنؤ کے شاعر ہین اور لکھنوی شاعری کے اکثر محاسن ان کے کلام مین موجود ہین، کہین کہین دہلی کی شاعری کا اثر بھی ہی، ہمکو امید ہی کہ شاعری کا ذوق رکھنے والے اصحاب اس نوجوان شاعر کی ہمت افزائی کرینگے، "ن"

جلد بست و پنجم ۲۵ | ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۳۰ء | عدد ۲

مضامین

شذرات

صاحبزادہ آفتاب احمد خان مرحوم جو مفلوج ہو کر دو سال پہلے سے خاموش ہو چکے تھے، اب وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے، علی گڈہ کالج نے قومی خدمتگذارون کی سب سے پہلی جو جماعت پیدا کی تھی، اُس مین صاحبزادہ مرحوم سب سے پیش پیش تھے، وہ سرسید کی پالیسی کے سخت ترین مقلد تھے، وہ مسلمانون کی سیاسی، علمی، تعلیمی، تجارتی، دینی دنیاوی غرض ہر قسم کی ترقی کا ذریعہ جدید تعلیم کو سمجھتے تھے، یہی اُن کا عقیدہ تھا، اسی عقیدہ پر وہ جئے اور اسی پر مرے اُن کے قومی کامون کا آغاز علی گڈہ کالج اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس سے ہوا، اور اسی پر خاتمہ ہوا، وہ جس مسلک پر تھے اس پر پوری مضبوطی سے قائم رہے، ان مین مسلمانون کی تعلیمی خدمت گذاری کا مخلصانہ ولولہ تھا، اور مسلم یونیورسٹی کی خدمت کا بھی پورا ارادہ رکھتے تھے، مگر افسوس کہ علی گڈہ کی مکدر فضا اُن کے خدمات کو راس نہ آئی اور یونیورسٹی کو اُن کی کوششون سے کوئی فیض نہ پہنچ سکا، مرحوم کا دلپسند فلسفہ یہ تھا کہ مسلمان عبدیت اور نیابت الٰہی دونون کے درمیان تطبیق دین، یعنی یہ کہ ایک طرف تو وہ خدا کے آگے سر جھکائین اور اپنے کو اس کا لاچار بندہ سمجھین دوسری طرف خدا کی خلافت و نیابت سے سرفراز ہو کر عالم اور کل قوائے عالم پر اپنے علم کے زور سے حکمرانی کرین،

مرحوم ۱۹ مئی ۱۸۶۷ء مین پیدا ہوے تھے، ۱۸۷۸ء مین علی گڈہ کالج مین داخل ہوئے تھے، ۱۸۹۱ء مین بیرسٹری کی تعلیم کے لیے ولایت گئے، ۱۸۹۴ء مین کامیاب ہو کر واپس آئے، اور علی گڈہ مین پریکٹس شروع کی، اور ساتھ ہی کالج اور کانفرنس کی خدمت بھی، ۱۹۱۷ء مین انڈیا کونسل کے ممبر ہو کر انگلینڈ گئے، اور ۱۹۲۴ء مین اس عہدہ سے مستعفی ہو کر ہندوستان آئے، مرحوم کو درحقیقت انگلینڈ کی صحت بخش آب و ہوا ہی نے کھا لیا، وہان کی آب و ہوا انکو بالکل راس نہ آئی، واپسی کے بعد وہ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہو گئے، مگر اُن کی ناتندرستی

نے ان کو فرصت نہ دی، ۱۹۲۶ء مین اس عہدہ کی میعادِ انتخاب کے خاتمہ پر جنوری ۱۹۲۶ء مین مسلم یونیورسٹی پر جو نوٹ لکھا، وہ مرحوم کی زندگی کا آخری تحریری کارنامہ اور مسلم یونیورسٹی مین طبی شعبہ کا قیام ان کا آخری عملی کارنامہ ہے، جنکو اس کے چند روز بعد جنوری ۱۹۲۷ء مین ان پر فالج کا پہلا حملہ ہوا، اور تین برس اسی امید و بیم کی حالت مین بسر کیا، اور آخر ۸ جنوری ۱۹۳۰ء (شعبان ۱۳۴۸ھ) مین فالج کا دوسرا حملہ ہوا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے، مرحوم مرنج و مرنجان خوش اخلاق، متواضع اور خاکسار تھے، مگر اپنی رائے کے سختی سے پابند تھے، مسلمانون کی ترقی کے اسباب و علل و نتائج اور ذرائع و وسائل کے جو سبق انھون نے سرسید مرحوم سے شروع مین پڑھے تھے، وہ آخر تک انکو یاد رہے، ایسے پختہ ایمان لوگ حقیقت مین قدر کے لائق ہین، اور بعض خاص حیثیات سے وہ اپنی قوم کی تعمیر کیلیے بیحد ضروری ہین،

مرحوم نے اپنے زمانہ مین ایجوکیشنل کانفرنس کو بیحد ترقی دی، اُسکو مالی حیثیت سے بہت حد تک مستغنی اور بے پروا کر دیا، اسکی علیحدہ عمارت بنوائی، اُس مین تعلیمی کتبخانہ جمع کیا، جو گویا تعلیم، فلسفۂ تعلیم، اور طریقۂ تعلیم کے بہترین ذخیرہ کا اعلیٰ ترین نمائش خانہ ہے، وظائف کے شعبہ کو ترقی دی، ریاستون سے کانفرنس کے لیے ماہوار امدادی رقمین مقرر کرائین، مگر ان سب کے باوجود افسوس یہ ہے کہ انکی زندگی کا ہر کارنامہ ناتمام سا رہا، خدا مغفرت فرمائے،

گذشتہ چودہ برس کے زمانہ مین دار المصنفین مین ملک کی وہ تمام ہندو مسلمان نمایان اور ممتاز ہستیان جو آج ملک و قوم کی زندگی کے مختلف شعبون مین کار فرما ہین، آچکی ہین، اور اپنے فیض سے اُس کو مشرف بنا چکی ہین، ہندؤون مین گاندھی جی، پنڈت موتی لال، مالوی جی، مسز نائیڈو سے لیکر جواہر لال تک، اور اسی طرح مسلمانون مین تمام ممتاز علما اور رہنما وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی حیثیت سے آتے رہے ہین، مگر ناظرین کو خیال ہوگا کہ ہم نے معارف مین بہت کم ان لوگون کی آمد کا تذکرہ کیا، مگر اس سال کی جنوری مین دو ایسی ہندو اور مسلمان ممتاز ہستیان یہان آئین جو اپنی شہرت، امتیاز، وجاہت کے علاوہ علم اور علم دوستی کے لحاظ سے بہت بلند ہین، ایک ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو

اور دوسرے ڈاکٹر ضیاء الدین اے سپرو صاحب ان ہندوؤن مین ہین، جنکو اردو اور فارسی سے اب تک موروثی انس باقی ہے، انھون نے جب صہبائی کا فارسی دیوان دیکھا تو نکلوا کر دیکھا، اور فرمایا کہ میرے دادا مولانا صہبائی کے شاگرد تھے، ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب مسلمانون کے علم ہیئت کی تاریخ لکھ رہے ہین، ان کو دار المصنفین کے مختصر و نوعمر کتبخانہ مین بھی ریاضیات کی بعض عجیب کتابین نظر آئین، اور ابن یونس حاکمی کی زیج کا وہ نسخہ جو سنہ ۱۸۰۴ء مین فرنچ ترجمہ کے ساتھ پیرس سے شائع ہوا تھا دیکھکر بڑی حیرت ہوئی، یہ کتاب میرے سفر یورپ کے تحفون مین سے ہے۔

ناظرین کو احساس ہوا ہو گا کہ اس سلسلہ مین ہمکو سب سے زیادہ جسکی آمد کا انتظار تھا وہ خود اپنی مجلس کے صدر نشین نواب صدر یار جنگ مولنا حبیب الرحمن خان شروانی صدر الصدور دولت آصفیہ تھے، مولانا شروانی نے علامۂ شبلی مرحوم کی زندگی مین بھی ایک دو دفعہ اعظم گڈہ آنے کا خیال کیا تھا جس پر مولانا مرحوم نے انکو بڑے اشتیاق آمیز خط لکھے اور یہ شعر لکھے:

ع:- شبلی کا گھر بھی خانۂ دشمن کے پاس ہے،

ع:- میرے ویرانہ مین بھی ہو جائے دم بھر چاندنی

مگر مولانا شروانی "خانۂ دشمن" مین آنے کے باوجود بھی "شبلی کے گھر" نہ آئے اور نہ اس "ویرانہ" مین انکی آمد کی "چاندنی چھٹکی"، علامۂ مرحوم کی سنہ ۱۳۳۲ھ مین وفات کے بعد سے لیکر اس فروری تک داعی کی زیارت کی جگہ داعی کے مزار کی زیارت کا جذبہ ان کو ہمیشہ ادھر کھینچتا رہا، مگر کبھی اس جذب دل کو عملی قوت کے اظہار کا موقع نہین ملا، اور یہ کشمکش یون ہی جاری رہی، بالآخر ۹ فروری سنہ ۱۹۳۰ء (۹ رمضان سنہ ۱۳۴۸ھ) کو اس انتظار اور کشمکش کا خاتمہ ہوا گویا یہ وہ دن تھا جو عالم قدر مین اس کام کے لیے مقدر ہو چکا تھا، اور جس سے پہلے اس کے لیے ہر کوشش ناتمام رہی، اور ہمیشہ کارکنان قضا اس راہ مین ہر عزم کو اسباب و علل سے شکست کرتے رہے،

موصوف ۹ رمضان المبارک کی شام کو اعظم گڈہ تشریف لائے، اُن خاص تعلقات کی بنا پر جو

مولانا شروانی اور علامۂ مرحوم کے درمیان تھے۔ تمام شہر کو ان کی آمد کی خوشی تھی، اسی آمد کی شام کو شبلی مسلم ہائی اسکول کی طرف سے جو علامۂ مرحوم کی قومی زندگی کا ابتدائی کارنامہ ہے، ایڈریس دیا گیا، اس ایڈریس مین نہایت لطیف و بلیغ فقرہ مین نواب صاحب ممدوح اور علامۂ مرحوم کے دوستانہ تعلقات کا بیان تھا، اور جس کے آخر مین نہایت پر اثر انداز مین علامۂ مرحوم کے مذکورۂ بالا خطوط کے اشارات و تلمیحات تھین، اور آخر مین تھا کہ "چاندنی تو آئی مگر چاند در مزار بنگر" اس فقرہ نے وہ پر تاثیر منظر نمایان کیا کہ یہ خیر مقدم اور نوید مسرت کی محفل سراسر بزم ماتم بنگئی، خود محترم مہمان جب جواب دینے کو کھڑے ہوے تو ضبط گریہ گلو گیر ہو گیا، اور فقرون کو تمام چھوڑ دینا پڑا،

نواب صاحب ممدوح نے دو دن دار المصنفین مین قیام کیا، اور یہان کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھا، کئی گھنٹون مین کتبخانہ پر ایک نظر ڈالی، پھر دفتر، پریس، گودام گھر اور دوسرے صیغون کو دیکھا، رفقاے دار المصنفین سے ملے اور انکی زیر نظر اور زیر تالیف کتابون پر مبادلۂ خیال کیا، اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ یہان کی ہر چیز کو دیکھکر خوش اور مطمئن ہو رہے ہین، مولانا شبلی کو جب دار المصنفین بنانے کا خیال آیا تھا تو مولانا شروانی سے اسکی بابت استصواب کیا تھا، اس وقت دونون کے درمیان یہ جھگڑا تھا کہ یہ کہان قائم ہو، مولانا شبلی اپنا وطن اعظم گڈہ پیش کرتے تھے تو مولانا شیروانی اپنا مستقر و دار الامارت حبیب گنج (علی گڈہ)، بالآخر مولانا نے اعظم گڈہ مین اپنی جان دیکر اور یہان پیوند خاک ہو کر اسکی ترجیح کا حق ثابت کر دیا، اور مرحوم کی اس مقاومت مجہول کی خاموش دلیل نے ان کو ساکت کر دیا، مگر دار المصنفین کی باطنی زندگی اور روحانی وجود اب بھی حبیب گنج مین ہے،

دار المصنفین مین ضرورت کی مختلف عمارتین کچھ تعمیر ہو چکی ہین، مگر سب سے زیادہ فکر یہان ایک چھوٹی سی مسجد کی تھی جسمین ساکنین دار المصنفین فریضۂ جماعت ادا کر سکین، سلسلۂ تعمیرات کی تکمیل مین اس مسجد کی تحریک ہم نے پیش کی تھی، اس تحریک کی عملی کوشش بھی حبیب گنج ہی کی قسمت مین تھی، اور اس کوشش کی کامیابی اس قطعہ

زمین کی قسمت مین تھی جس سے تونگر حبیب گنج کا ستارہ بنا ہی، نواب سر مزمل اللہ خان رئیس بھیکم پور علی گڈھ کا نام تعارف کا محتاج نہین، سر نواب صاحب کی شاہانہ فیاضی اور علم دوستی سے کون واقف نہین، چنانچہ دار المصنفین کی اس مسجد کی تعمیر کا پورا خرچ ممدوح نے ادا کرنے کا وعدہ فرمایا، مگر اس وعدہ کی ایفا کی ضروری شرط، خود ساکن حبیب گنج کا اعظم گڈھ آنا تھا، چنانچہ اس آمد کے موقع پر نواب صدریار جنگ کی وساطت سے مسجد کی ابتداے کار کے لیے سر نواب صاحب نے دو ہزار مرحمت کئے اور باقی کے لیے آیندہ مئی کا وعدہ فرمایا جزاہ اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء،

مسجد کے اہم بنیاد کے لیے اس سے بہتر موقع اور کیا ہو سکتا تھا، ۱۲ رمضان کی شام کو بعد نماز عصر یہ تقریب پوری سادگی کے ساتھ عمل مین آئی، بنیاد کھودی جا چکی تھی، اہل شہر اور ممتاز اصحاب مع ارکان و رفقاے دار المصنفین موقع پر گئے، نواب صدریار جنگ بنیاد کی گہرائی تک ننگے پاؤن اتر کر سمار تے اور جناب مولانا حمید الدین صاحب مفسر نظام القرآن اور جناب مولانا حیدر حسین محدث دار العلوم ندوۃ العلماء مزدور، ان مقدسین نے مسجد کی بنیاد ڈالی، اور اس کے بعد پوری رقت، پورے خضوع اور پورے اخلاص کیساتھ انھون نے اس مسجد کی ظاہری و باطنی آبادی کی دعا مانگی، اور جماعت نے آمین کہی، دعا کے بعد ایک خوش الحان قاری نے حضرت ابراہیم و اسماعیل کی تعمیر کعبہ والی دعاے قرآنی کا رکوع تلاوت کی، اس پر اثر منظر نے دلون کو گرما دیا، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ؀

مسجد کا ابتدائی کام جاری ہی اور توقع ہے کہ ایک مہینہ کے بعد تعمیر کا سلسلہ شروع ہو جائے، اور چند ماہ مین تمام ہو جاے، اور کم از کم یہ ہے کہ آیندہ رمضان المبارک مین دار المصنفین کی تراویح کتبخانہ کے ہال کے بجاے اسکی مسجد کے دالان مین ہو، اسی کے ساتھ ممکن ہے کہ دار المصنفین کے مصنفین و رفقا کی سکونت کے لیے جن چند مکانون کی ضرورت ہے، اسکی داغ بیل بھی پڑ جاے، بشرطیکہ فراہم شدہ سرمایہ، تاخیر و تعویق و التوا ر پر

زبردستی مجبور نہ کردے، والامر بید اللہ

نواب محمد یار جنگ بہادر (حیدرآباد دکن) سے ہم نے حیدرآباد کے چندہ کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ دار المصنفین کی جہنم سے ھَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کی جو صدا آرہی ہے وہ سن رہے ہین؟ ان کا نوازشنامہ آیا ہے کہ انھون نے یہ آواز سنی اور وہ کوشش کرینگے کہ ایک ہزار کی مزید قسط دار المصنفین کے لیے فراہم ہو جاے، ہمین صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ حیدرآباد! اور ایک ہزار ع

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

جنوبی ہندوستان کی مسلمان فیاض ہستیون مین سے مدراس کے مشہور مخیر ساہوکار سی عبد الحکیم صاحب کو گورنمنٹ نے امسال شریفِ مدراس بنایا ہے، ہرچند یہ سرکاری اعزاز ان کے اس قومی اعزاز سے بدرجہا کم ہے جو ان کی فیاضی کی بدولت ان کی برادری اور قوم کے دلون مین ہے، وہ مدراس کے کامیاب تاجر ہین، اور اندازہ ہے کہ اب تک قومی درسگاہون اور ادارون مین انھون نے مختلف اوقات مین کم از کم چھ سات لاکھ روپیہ دیا ہے، اس سلسلہ مین انھون نے حال مین اسلامیہ کالج وانمباڑی کو ۲۰ ہزار کی رقم دی ہے، موصوف کو دار العلوم ندوۃ العلماء سے پرانی ہمدردی ہے، اور وہ وقتاً فوقتاً اس کی امداد کرتے رہے ہین، آجکل ہماری تحریک پر موصوف نے دار العلوم ندوہ کی تعمیر مین پانچہزار عنایت فرماے، جنمین نصف ابھی دیدیا ہے، اور باقی نصف کے ماہ مئی مین دینگے کا وعدہ ہے، سچ یہ ہے کہ ہماری قومی درسگاہین، انھین لوگون کی ہمت اور اعانت سے چل رہی ہین، ورنہ خزانہ سرکار اور افرادِ قوم نے تو ان کی اعانت سے ہاتھ روک ہی لیا ہے،

مقالات

قرآن مجید اور سائنس

(۲)

از

مولوی عبدالوحید صاحب ناظم اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور

مالک اسلامیہ مین دماغی ترقی | ممالک اسلامیہ نے قرون وسطی مین بہت زیادہ ترقی کی تھی، ڈریپر اپنی تاریخ مین لکھتا ہے کہ

"اندلس مین عرب سسلی سے جتنے ہی پاے تھے کہ اُنھون نے ایک نہایت شاندار راہ عمل اختیار کی، ایشیا کے خلفاے اسلام کی طرح قرطبہ کے امیرون نے بھی اپنے آپ کو علم وفن کا مربی قرار دے کر یورپ کے دیسی شہزادون کے مقابلہ پر ایک عجیب وغریب مثال قائم کر دی۔ ان امیرون کے زمانہ مین قرطبہ اپنے انتہائی عروج پر تھا کہ اس مین دولاکھ سے زاید مکانات اور دس لاکھ سے زیادہ انسان آباد تھے، غروب آفتاب کے بعد سیدھے دس میل تک سڑک کی روشنی کی مدد سے ہر شخص جا سکتا تھا، اس سے سات سو سال بعد تک شہر لندن مین ایک لالٹین بھی سڑک پر نہ تھی، اُس کی سڑکین نہایت عمدہ اور پختہ تھین صدیون کے بعد تک پیرس مین جو شخص اپنے دروازہ کے باہر بارش مین قدم نکالتا تھا ٹخنہ تک کیچڑ مین دھنس جاتا تھا"

لین پول لکھتا ہے:-

"تقریباً آٹھ سو سال تک اندلس نے اپنے مسلمان فرمانرواؤن کے ماتحت یورپ کے سامنے ایک نہایت شاندار مہذب وشائستہ سلطنت کی مثال پیش کی ہے، علوم وفنون اور ادب نے ایسی ترقی کی جس کی مثال اُس زمانہ مین یورپ کے کسی ملک مین نہین ملتی، جرمنی، فرانس اور انگلستان سے طلبہ علوم وفنون کے ان چشمون سے سیراب ہونے آتے جو صرف مسلمانون ہی کے شہرون مین بہتے تھے، اندلس کے اطبا، وجراح اپنے فن مین سب سے آگے تھے، عورتون کو اعلیٰ علوم حاصل کرنے کی ترغیب دی جاتی تھی، اور قرطبہ کے باشندے لیڈی ڈاکٹر کے نام سے ناواقف نہ ہوتے تھے، ریاضی، نجوم، علم نباتات، تاریخ، فلسفہ اور قانون صرف اندلس ہی مین یہ علوم حاصل کئے جا سکتے تھے، زراعت کا عملی کام، آبپاشی کے بہتر طریقے، جہاز سازی وقلعہ بندی، پارچہ بافی کا انتہائی کمال، لوہار اور سنار کے کام، مٹی کے برتن، فن تعمیر، ان سب چیزون کو اندلس کے مسلمانون نے انتہائی معراج کمال کو پہنچا دیا تھا، کسی سلطنت کو زبردست ودولتمند بنانے کے لیے جو کچھ درکار ہے اور تہذیب وشائستگی کے جس قدر لوازمات ہین وہ سب اسلامی اندلس مین پاے جاتے تھے"

متذکرہ بالا اقتباسات سے قرون وسطی مین اسلامی دنیا کی ذہنی ودماغی ترقی کا ایک عام خاکہ ذہن مین آجاتا ہے، حالانکہ یورپ اس زمانہ مین جہالت اور توہمات مین مبتلا تھا، اب مین انفرادی طور پر ان علماے اسلام کے کامون کا حال لکھون گا جس سے مسلمانون کے کارنامون کی تعداد اور اہمیت کا کچھ اندازہ ہو سکے گا، ان معلومات کا اصل ماخذ **سارٹن** ہے،

علم الحساب | محمد بن ابراہیم الفزاری، الکندی اور الخوارزمی نے ہندو طریقہ اعداد کو یورپ مین پہلی مرتبہ رائج کیا، ابن سمح نے تجارتی حساب پر ایک رسالہ لکھا۔ النسوی نے اعشاریہ کو سب سے پہلے رائج کیا۔

جبر ومقابلہ | الخوارزمی نے ایک بڑا رسالہ جبر ومقابلہ[1] پر لکھا جس مین تحلیلی حل خطی اور دو درجی مساوات کے پیش کئے،

[1] معارف، خوارزمی کا جبر ومقابلہ ۱۸۳۱ء مین لندن مین انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

کبھی مساوات کے حل کبھی تراش کی مدد سے پیش کیے، دو درجی مساوات کے اقلیدسی حل نکالے، ابوکامل نے جبر و مقابلہ کے مقادیر کی ضرب و تقسیم اور علامتِ جذر کی جمع و تفریق رائج کی، ابوجعفر الخازن نے کعبی مساوات حل کی، عمر خیام نے مساوات کے عجیب و غریب اقسام مقرر کیے جس میں صرف کعبی مساوات کی تیرہ مختلف شکلیں تھیں اور ان سب کو حل کرنے کی کوشش کی گئی تھی[1]

اقلیدس حجاج بن یوسف نے اقلیدس کے "مبادیات" کا ترجمہ کیا، بنو موسیٰ نے کرۂ ارضی کی پیمائش پر کتابیں لکھیں، زاویہ کے تین برابر حصے کیے، الماہانی نے اقلیدس کی شرح لکھی، احمد بن یوسف نے تناسب پر ایک کتاب لکھی، ابوکامل نے خمس اور معشر کا خاص طور پر مطالعہ کیا، السنجری نے زاویہ کو تین برابر حصون مین تقسیم کرنے کا طریقہ ایجاد کیا،

علم مثلث حبش الحاسب نے مماس کے پہلے جداول تیار کیے، البتانی نے جیب کو رائج کیا اور مماس التمام کی جدول تیار کی، ابو وفا نے جیب کی جدول تیار کرنے کا نیا طریقہ ایجاد کیا، مماس کے مسئلہ پر کافی غور و فکر کیا اور قاطع و قاطع التمام رائج کیے،

علم فلکیات ابراہیم الفزاری نے پہلے اصطرلاب تیار کی، سیارون کی گردش کا نقشہ مرتب ہوا، میل منطقۃ البروج دریافت کیا گیا، عباسی خلیفہ المامون کی زیر سرپرستی دنیا کی پیمائش کے طریقے ایجاد ہوئے، حبش الحاسب نے سیارون کے متعلق تین جدولین تیار کین اور سب سے پہلے اسی نے کسی ارتفاع سے وقت معلوم کرنا بتایا۔ ابو سعید الدریر نے خط نصف النہار کی نقشہ کشی کے متعلق ایک رسالہ لکھا، الفرغانی نے علم نجوم پر نہایت مبسوط کتاب لکھی جو پندرہوین صدی تک نہایت مقبول رہی، جابر بن سنان نے آفتاب اور سیارگان کی بلندی کی پیمائش کے لیے آلات تیار کیے، البتانی نے ستارون کی فہرست مرتب کی، سیارون کے باہمی تعلق کو نہایت صحت کے ساتھ قائم کیا، آفتاب کی حرکت دریافت کی اور اس بحث پر ایک نہایت مقبول تصنیف کی جو سولہوین صدی تک مستند تسلیم کیگئی، عبدالرحمن الصوفی نے سیارون کی ایک مصور فہرست مرتب کی جو اسی کے مشاہدات پر مبنی تھی اور جس نے

[1] معارف: عمر خیام کا جبر و مقابلہ بھی ذکر کے قابل ہے، یہ ۱۸۵۱ء مین پیرس سے شائع ہوا ہے، اس کے علاوہ ابن بدر اندلسی کی کتاب الجبر والمقابلہ ۱۹۱۶ء مین میڈرڈ (اسپین) سے چھپکر شائع ہوئی ہے، وہ قابل ذکر ہے،

ستارون کے درجۂ النور کے متعلق معلومات مین بہت کچھ اضافہ کر دیا، ابن یونس نے مشہور زیچ حاکمی جس مین گرہن اور سیارون کے اجتماع، ثوابت کی خصوصیات اور ان کی بلندی کے متعلق مشاہدات اور ان کے نتائج درج تھے، مرتب کی، ابن ہیثم نے لنگر اور اوقات دریافت کیے، شعاع کا جھکاؤ دریافت کیا، فضا کی بلندی شعاع و سیارون کی امداد سے معلوم کی، عمر خیام نے ایک نئی جنتری بنائی جو غیر معمولی طور پر صحیح و درست تھی، الزرقانی نے آفتاب کے فاصلہ اور حرکت کو سب سے زیادہ طویل ثابت کر دیا، الغزالی نے سیارون کی ہیئت اور حرکت کے متعلق ایک رسالہ لکھا، جعفر بن المکتفی باللہ نے دمدار ستارہ کی غیر معین نقل و حرکت کے متعلق تفحص و مشاہدہ کیا، اور اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا، بنو اماجور نے چاند کی رفتار و حرکت معلوم کی، محمد بن موسی الخوارزمی نے علم نجوم پر سنسکرت کی کتاب "سدھانتا" کا ترجمہ کیا[1]، علم نجوم کے متعلق سب سے پہلی رصدگاہ عربون نے شہر سیوائل (اسپین) مین تعمیر کی[2]، رصدگاہ مراغہ سے ایک نئی فہرست سیارون اور ان کی گردش کے متعلق مرتب ہو کر شائع ہوئی۔ ابن رشد نے آفتاب کے داغ معلوم کیے،

تاریخ مو الید و تاریخ بدالکائنات اصمعی نے گھوڑے، اونٹ، بھیڑ اور انسان کی ابتدا و پیدائش کے متعلق کتابین لکھین[3]، الجاحظ نے حیوانون کے متعلق ایک کتاب لکھی جو گنجینۂ معلومات ہے، اس کے علاوہ اور کتابین لکھین جو موجودہ نظریات مثلاً ارتقا، نفسیاتِ حیوان وغیرہ کا سرچشمہ ہین، الدینوری نے نباتات پر ایک نہایت مشہور کتاب لکھی[4]، البکری نے اندلس کے درختون کے متعلق ایک رسالہ لکھا، ابن زکریا نے فن فلاحت پر ایک نہایت مشہور کتاب تصنیف کی[5] ہے،

علم کیمیا جابر بن حیان نے فن کیمیا کی مزید تحقیقات کے لیے نہایت عمدہ اصول مرتب کیے، زمین کے اندر جمادات کی ابتدا کے متعلق ایک نظریہ قائم کیا، سیسہ کے اجزا معلوم کیے، آرسینک و تحلیہ گندک کے ترشہ تیار کیے،

[1] معارف: سندھ کے ایک ہندو پنڈت کی مدد سے ترجمہ کیا [2] معارف: سب سے پہلی رصدگاہ مامون الرشید نے بنوائی، [3] معارف: یہ کتابین لغت کی حیثیت رکھتی ہین، [4] معارف: اس کی حیثیت بھی لغت کی تھی، ابن جلجل نے نباتات کے خواص کی تحقیق کی، [5] معارف: اس پر مشہور کتابین ابن وحشیہ اور ابوزکریا یحییٰ اشبیلی کی ہین، ابن زکریا کے بجائے ابوزکریا یحییٰ بن محمد اشبیلی چاہیے، اس کتاب کا اردو مین بھی ترجمہ ہو چکا ہے،

دھاتون کا صاف کرنا بتایا، لوہے کو بنانے کی ترکیب معلوم کی، کپڑے اور چمڑے کو رنگنا بتایا، ابو منصور موفق نے معدنیات کی ماہیت اور اُن کی تیاری کے متعلق کتابین تصنیف کین، ابو القاسم نے مفرد و مرکب دوائین تیار کرنا سکھا، رازیؔ نے کیمیاوی مادہ کی تجزیہ کی کوشش کی،

طبیعیات — الکندی نے اقلیدسی و طبعی مناظر پر ایک رسالہ لکھا، بنو موسیٰ نے مسئلہ توازن پر ایک کتاب لکھی، الجاحظ نے سکون سیالات کے توازن کے ذریعہ کثافت اضافی کا تعین کیا، النیریزی نے فضائی ماحول پر ایک رسالہ لکھا، ابن ہیثم نے اقلیدسی اور عضویاتی مناظر کے زمانۂ قدیم اور سولھوین صدی کے متعلق نہایت گہرا مطالعہ کیا، کروی اور سلجمی آینہ کے متعلق مطالعہ کیا، زاویۂ وقوع اور زاویہ میلان کا تناسب معلوم کیا، فضائی ماحول کا مطالعہ مثلاً شام کا وقت، آنکھ اور نگاہ، پردہ شبکیہ کو نظر کا مقام قرار دیا، یہ امر واضح کر دیا کہ روشنی بجائے آنکھ کے اس چیز مین پیدا ہوتی ہے جس کو دیکھا جاے جیسا کہ علماے یونان کا خیال تھا، دو چشمی نظر کی تشریح کرنے کی کوشش کی، یہ امر دریافت کر لیا کہ روشنی کا عکس فضا کی کثافت کے اعتبار سے تغیر پذیر ہوتا ہے، اور خود فضا کی کثافت پر بلندی کا اثر ہوتا ہے، الکندی نے اقلیدسی اور عضویاتی مناظر پر ایک رسالہ لکھا جس سے راجر بیکن بہت متاثر ہوا، البیرونی نے سو جواہرات اور دھاتون کی کثافت اضافی معلوم کی، مسلمان جہازرانون نے مقناطیسی سوئی کی سمت نمائی کی خاصیت جہازرانی کے متعلق دریافت کی، ابن سینا نے حرکت، تماس، قوت، خلاء، روشنی، حرارت وغیرہ کا نہایت گہرا مطالعہ کیا،

یہ بتانا بہت زیادہ دلچسپی کا باعث ہوگا کہ مسلمان علما نے یورپ مین علم موسیقی کو ترقی دینے مین بڑی امداد کی ہے، الکندی نے موسیقی پر سات کتابین لکھین جنمین تان کے تعین کے متعلق ایک ترقیم موجود ہے، الفارابی نے عربی مین موسیقی پر ایک نہایت اہم تصنیف کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے یورپین ہمعصر ماہرین فن سے بہت آگے بڑھ گیا تھا، ابن سینا کا موسیقی کا مطالعہ اپنے ہمعصر لاطینی دنیا سے بہت زیادہ وسیع تھا، مغربی

لہ معارف: ـ زکریا رازی، امام رازی نہین،

موجودہ آلات موسیقی کی ابتدا اسلامی اندلس یا خلفاء کے دوسرے ممالک سے ہوئی ہے،

طب — الکندی نے ریاضی کے اصول پر دوا کی خوراک کی تقسیم کے متعلق ایک کتاب لکھی، علی نے ایک ضخیم طبی انسائیکلوپیڈیا مرتب کی جس مین فلسفہ، حیوانات، علم جنینیات، نفسیات، فلکیات وغیرہ پر بحث کی تھی، رازی نے بھی ایک ضخیم طبی انسائیکلوپیڈیا "الحاوی" کے نام سے تیار کی، شہسواری اور اس کے متعلقات پر لکھا جو طب حیوانات کے ابتدائی مسائل پر حاوی ہے، ابو عثمان اور سنان بن ثابت نے شفاخانے مرتب کیے، ابو منصور موفق نے ایک رسالہ مسئلہ اجزاے ادویہ پر لکھا، بلادی نے ایک رسالہ حمل اور شیر خوارگی کی صفائی اور احتیاط کے متعلق لکھا، ابن سعد نے امراض نسائی زچگی اور بچون کے معالجہ پر رسائل لکھے، ابن وافد نے غسل کے ذریعہ علاج کے متعلق رسائل لکھے، المارد ینی نے مختلف مرکبات کے تیار کرنے کے متعلق ایک نہایت ضخیم تصنیف چھوڑی جو صدیون تک نہایت مستند تصنیف تسلیم کیگئی،

ابن سینا ایک ضخیم طبی انسائیکلوپیڈیا "قانون" کا مصنف ہے جو چھ سو سال تک سب سے بڑی مستند تصنیف تسلیم کیگئی ہے، عمرو نے آنکھ کے علاج کے متعلق ایک کتاب لکھی جس مین صرف پردۂ چشم کے متعلق چھ عمل جراحی کی تفصیل کیگئی تھی، اُس نے آنکھ کی تشریح اور اُس کی ساخت کے متعلق بھی ایک رسالہ لکھا، علی بن عباس نے دورانِ خون کا ابتدائی خاکہ پیش کیا اور وضعِ حمل کے وقت رحم کی مختلف حرکات کی تفصیل لکھی،

ابو القاسم جو یورپ مین " [illegible] " کے نام سے مشہور تھا نہایت اعلےٰ درجہ کا جراح تھا، اُس نے نہایت دشوار اور سخت عمل جراحی کیے تھے، عورتون کے اپریشن مین نہایت قابل اور تعلیم یافتہ عورتین جراحون کی امداد کرتی تھین، [illegible] نے پاگل جانورون کے ذریعہ سے انسان کو جو امراض لاحق ہوتے ہین، ان کی تشخیص وغیرہ کے متعلق تفصیل سے لکھا، اس نے سب سے پہلے بچون کے امراض کے متعلق لکھا، اس نے نہایت تحقیق اور عالمانہ طرز سے موتی جھرا، چیچک اور سرخ باد کے متعلق لکھا ہے،

جغرافیہ — المامون کے حکم کے مطابق کرۂ ارض کی پیمایش ہوئی اور ایک بڑا نقشہ دنیا کا مرتب کیا گیا، ابن سیرافیون نے

تمام دنیا کا جغرافیہ لکھا، المسعودی نے تاریخی جغرافیہ کی ایک انسائیکلوپیڈیا مرتب کی،[1] الاصطخری نے مختلف ممالک کے رنگین نقشے شائع کیے، ابن حوقل، مقریزی، الاصطخری،[2] ادریسی، ابوالفدا اور البیرونی نے جغرافیہ کے اس حصہ کو جس کا تعلق ریاضی سے ہے مرتب کیا، البیرونی نے مساحت کے ذریعہ سے پیمائش کی اور ایک ہی عرض البلد کے مختلف مقامات نہایت صحت کیساتھ معلوم کئے، الفرغانی نے دنیا کا قطر دریافت کیا، الکندی نے مدوجزر کے متعلق ایک رسالہ لکھا،

سیاحت تاجر سلیمان نے چین کی سیاحت کی چین سے اسلامی دنیا کے نہایت قریبی اور گہرے تعلقات تھے ابن خردازبہ نے ایک کتاب سڑکون اور صوبون کے متعلق لکھی جس مین مختلف سڑکون کے کنارے مختلف منزلون اور مختلف مقامات کے محصولات کا تذکرہ تھا، ابوزید نے ابن وہب کے چین کے سفر کی داستان لکھی جس مین چین ہندوستان اور دیگر مشرقی ممالک کے حالات درج تھے، ابن فضلان نے خط دالگا کا سفر کیا اور روس کے متعلق سب سے پہلے مستند حالات پیش کئے، ابن بطوطہ نے علم کے شوق مین بہت سے ممالک کا سفر کیا اور ان ممالک کے باشندون، نباتات و حیوانات، معدنی پیداوار اور وہان کے طبعی حالات و آب وہوا کے متعلق حالات صحیح صحیح

طبقات الارض ابن حزم نے زمین کی اندرونی چٹانون پر پانی کے اثرات کے متعلق لکھا،[3]

علم معدنیات عطارد نے سب سے پہلے پرانی اسلامی (LAPIDARY) شائع کی جس مین جواہرات کے خواص درج تھے، ابن سینا نے معدنیات پر ایک رسالہ لکھا جو مغربی یورپ مین دور تجدید تک سرمایۂ معلومات رہا، جابر بن حیان نے زمین کے اندر دھاتون کی ساخت اور ان کی صفائی اور لوہے کے بنانے کے متعلق لکھا،

علم تاریخ الدینوری، ابن قتیبہ اور الیعقوبی نے عام تاریخ کی کتابین لکھین، ابن مسکویہ نے مختلف اقوام کی

[1] معارف:- یہ کارنامہ معجم البلدان کے مصنف یاقوت حموی کی طرف منسوب کیا جاتا تو اچھا تھا، مسعودی نے تاریخ جغرافیہ اور سفرنامہ کو ملا کر مروج الذہب لکھی ہے،

[2] معارف:- ابن حوقل اور اصطخری کی کتابین عام جغرافیہ اور سفرنامون کی حیثیت رکھتی ہین،

[3] معارف:- اس مسئلہ پر ابن سینا نے بھی بحث کی ہے،

ایک تاریخ مرتب کی،[1] ابن جلجل نے اسلامی اندلس کے اطبا اور ان کے ہمعصر حکما کی تاریخ لکھی، البیرونی نے قدیم قومون کی ایک فہرست مرتب کی جس مین اس نے مختلف قومون کی تقویم اور عہد کی تشریح کی، ابن سعید نے ایک تاریخ لکھی جس مین علوم کی تاریخ پر خاص طور پر توجہ کی، ہمدانی نے عرب کی نہایت مفصل تاریخ لکھی جس مین وہان کے قبائل کا حال اور آثار اور یمن کے جغرافیہ اور قبائل کی کیفیت درج تھی، مقریزی کی مصر کے متعلق تصنیفات سے وہان کے سیاسی، مذہبی، معاشرتی، تجارتی اور انتظامی حالات اور وہان کے آثار کے متعلق نہایت واضح طور پر معلومات فراہم ہوجاتی ہین۔

علم اللسان ابن القوطیہ نے فعل کی گردان پر سب سے پہلا رسالہ لکھا،[2] الخطیب البغدادی نے اہم معرفہ کے ہجے پر خاص توجہ کی۔ حجاج بن یوسف نے اعراب کا استعمال شروع کیا،

فلسفہ الکندی اور فارابی نے یونانی علوم و یونانی فلسفہ کو مدغم کرکے اسلام کے اصولون سے ان کی تطبیق کا عظیم الشان کام انجام دیا، ارسطو کی شرح سب سے بہتر ابن رشد نے کی ہے اور اس کا فلسفہ سترہوین صدی عیسوی تک یورپ کے مدارس مین رائج رہا، راجر بیکن انگلستان مین ابن رشد کا سب سے زیادہ ممتاز مقلد تھا، نصر بن یعقوب نے مسئلہ خواب پر ایک رسالہ لکھا، ابن سینا نے منطق پر ایک رسالہ لکھا،[3] اور ابن مسکویہ[4] اور الماوردی نے علم الاخلاق پر نہایت تفصیل سے لکھا، البیرونی نے ہندو فلسفہ کا نہایت غور سے مطالعہ کیا، فارابی نے نفسیات اور مابعد الطبیعیات پر کتابین لکھین،

علم الاجتماع الفارابی نے "بہترین شہر"[5] کے نام سے ایک کتاب لکھی جس مین اس زمانہ کی معاشرتی زندگی پر

[1] معارف:- شاید مقصود تجارب الامم سے ہے جسمین اسلامی تاریخ پر فلسفیانہ نظر ہے اس سلسلہ مین ابن خلدون فلسفۂ تاریخ کے بانی کا نام لینا ضرور تھا،

[2] معارف:- کتاب الافعال لیڈن مین ۱۸۹۴ء مین چھپی [3] معارف:- شاید "منطق المشرقیین" مراد ہے [4] معارف:- ابن مسکویہ کی کتاب کا نام کتاب الطہارۃ، اور ماوردی کی کتاب کا نام ادب الدنیا والدین ہے، دونون کتابین چھپ گئی ہین،

[5] معارف:- کتاب کا عربی نام "آراء المدینۃ الفاضلۃ" ہے جس کے معنی "بہترین شہریت کے متعلق خیالات" ہین کتاب چھپ گئی ہے،

تنقید تھی اور ایک بہتر نمونہ پیش کیا گیا تھا، الماوردی نے اصولِ حکمرانی پر کئی کتابین لکھین[1]، نظام الملک نے بھی طرزِ حکومت پر ایک رسالہ لکھا[2]،

رہنمائے علوم عہد وسطیٰ یہ امر کہ عہد وسطیٰ مین علوم کی تحصیل اور دماغی جد وجہد خالصۃً اسلامی تھی نہایت مستند تاریخی واقعات سے ثابت ہو چکا ہے، علوم کی ترقی کے لیے قرآن کی زبان بین الاقوامی ذریعہ تھی[3]، ہر نیا علمی نظریہ، ہر نیا انکشاف عربی زبان مین شائع ہوتا تھا حتی کہ یہودی اور عیسائی بھی اپنی علمی تصنیفات اسی زبان مین لکھتے تھے، اُس وقت یورپ مین جو کوئی علوم اور تہذیب کی اشاعت کرتا وہ مسلمان سمجھا جاتا، اور عیسوی یورپ اس سے ویسا ہی سلوک کرتا، راجر بیکن کو اُس کے علمی کارنامون کی وجہ سے مسلمان کہا جاتا اور اسی لیے اس کو ۱۴ سال کی قید کا حکم دیا گیا تھا، لوتھر جس نے مذہب مین نہایت اہم تبدیلیان پیدا کین اور جس سے دورِ اصلاح کا آغاز ہوا وہ بھی مسلمان قرار دیکر مطعون کیا گیا تھا جو شخص کہ طبیعات، کیمیا، نجوم یا طب وغیرہ کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اس کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ تھی کہ وہ اسلامی اندلس جاے اور مسلمان اساتذہ کا شاگرد ہو، اور یہ سب کچھ قرآن ہی کی برکت تھی جس نے دماغی انقلاب پیدا کر دیا تھا،

دورِ تجدید کی ابتدا عہدِ جاہلیت مین اسلامی دنیا کے علمی کارنامون کی متذکرۂ بالا کیفیت تھی جبکہ عیسوی یورپ کا دماغ از کار رفتہ یا نہایت پست ہو گیا تھا اور تحصیلِ علم محض علم کی خاطر اک فعل عبث سمجھا جاتا تھا، یورپ مین تجدیدِ علوم چودھوین صدی عیسوی سے شروع ہوئی، اب مجھے یہ بتانا ہے کہ یہ چودھوین صدی کی تجدید بھی مسلمانون کی تہذیب کا نتیجہ تھی، اس تجدید کے دو سب سے بڑے نقیب راجر بیکن اور جنگ صلیبی تھے، راجر بیکن نے علوم مین تجربہ کو داخل کر دیا اور جنگ صلیبی نے نئے خیالات کی یورپ مین اشاعت کی،

[1] معارف: کتاب کا نام "الاحکام السلطانیہ" ہے طبع ہو چکی ہے، [2] معارف: "سیاست نامہ" مطبوعہ ہے،
[3] Sarton: Introduction to The History of Science

جس سے عیسوی یورپ کے نوجوانون کے دماغ مین وسعت پیدا ہوئی اور انھون نے تجدید کے لیے میدان صاف کرنے مین امداد کی،

راجر بیکن بیکن کی ولادت سے بہت پہلے دنیا نے مشاہدہ اور تجربہ کا ایک وسیع طریقہ دیکھ لیا تھا جو اسلامی دنیا مین اندلس سے لیکر عراق تک مختلف رصد گاہون اور تجربہ گاہون کی صورت مین جاری تھا، جہان انتھک کام کرنے والے مدتون سے اسرارِ قدرت دریافت کرنے پر تُلے ہوے تھے،

بیکن ۱۲۱۴ء مین پیدا ہوا لیکن اس وقت تک علوم عربیہ مغربی یورپ مین پہونچ چکے اور اپنا سکہ جما چکے تھے، ہیسکنس کہتا ہے کہ[1]

"اندلس سے ارسطو اور اس کے عرب شارحین کی مابعد الطبیعات اور فطریات جن سے یورپ کے خیالات مین انقلاب پیدا ہونے والا تھا تیرھوین صدی مین آے، اندلس کے مترجمون نے گیلن اور ہپاکرٹیس کے مروجہ ترجمون اور ابن سینا جیسے عرب حکماء دونون سے امداد لی، اندلس ہی سے نئی اقلیدس نیا جبر ومقابلہ علم المناظر اور مناظر پر رسائل نکلے، اندلس ہی فلکی جداول اور فلکی مشاہدات کا مسلمہ اور ذرکابی کے وقت سے الفانسو کے زمانہ تک مرکز رہا ہے، ٹلیڈو کا نصف النہار عرصہ تک یورپ کے لیے مرکز رہا ہے، الفرغانی کے فلکی جداول جو آج بھی جاری ہین قابلِ توجہ ہین، اس کے علاوہ بطلیموس کے المجسطی کا ترجمہ (جس کے شوق مین جیرارڈ آف کریمونا نے ٹلیڈو کا طویل سفر اختیار کیا تھا) بھی خاص اہمیت رکھتا ہے، شرقی علم نجوم کا بڑا حصہ فن کیمیا کی طرح اندلس ہی سے تمام دنیا مین رائج ہوا،"

راجر بیکن کے زمانہ تک علوم عربیہ جس حد تک یورپ مین رائج ہو چکے تھے اس کا کچھ اندازہ ذیل کے واقعات سے ہو سکتا ہے، اڈیلارڈ آف باتھ (Adelard of Bath) نے اور کتابون کے علاوہ

[1] Hasknis: Studies in The History of Medieval science

(۱) محمد بن موسے الخوارزمی کے علم نجوم کی جدول (۲) مبادیات اقلیدس (۳) ابو معشر جعفر کے رسالہ نجوم کا ترجمہ عربی سے کیا، اس نے اپنی تصنیفات مین ۷، ابواب کا ایک مکالمہ بھی چھوڑا ہے جس سے ان علوم کی تفصیل معلوم ہوتی ہے جو اس نے عربون سے سیکھے تھے[۳] ہرمین آف کارنتھیا (Hermann of Corinthia) نے (۱) الخوارزمی کی زیچ (۲) ابو معشر جعفر بلخی کی علم نجوم ۸ جلد اور (۳) مسلمہ کی عربی تصنیف (Plelem.- Planisphere) کا ترجمہ کیا،

بارہوین صدی مین بطلیموس کی علمی تصانیف عربی سے ترجمہ ہوکر یورپ پہنچ چکی تھین، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اس کے- پلانم Plaims ere کا ترجمہ عربی سے ہرمین نے ۱۱۴۳ء مین کیا تھا، علم المناظر کا ترجمہ عربی سے لاطینی زبان مین الگینس آف پلرمو (Eugenius of Palermo) نے کیا، اس کی زبردست تصنیف المجسطی بھی الفرغانی کے ترجمہ کے ذریعہ سے جس کو (Gerard of Cremona) جیرارڈ آف کریمونا نے ۱۱۷۵ء مین بمقام ٹالیڈو کیا تھا یورپ پہنچی[۴]، جیرارڈ نے ۹۲ عربی کتابون سے کم ترجمہ نہ کیا تھا[۵]۔

مچل اسکاٹ (Michal Scott) اور تھیوڈر آف انٹیاش (Theodore of Antioch) نے علم حیوانات کے متعلق عربی کتابون سے ترجمے کیے، البطروغی کی کرہ پر جو کتاب ہے اسکاٹ نے اس کا بھی ترجمہ کیا تھا،

ہگو سنکٹلنس (Hugo Sanctallen) نے ابو معشر جعفر کی موسمی تغیرات کے متعلق پیشین گوئیون کی ایک کتاب اور ماشاء اللہ اور الکندی کے دو رسایل کا ترجمہ کیا، رابرٹ آف چسٹر (Robert of Chester) نے خوارزمی کے جبر و مقابلہ اور علم کیمیا اور نجوم کے متعلق کتابون کا ترجمہ کیا،

ان تمام واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ راجر بیکن سے پہلے مسلمانون کے علمی کارنامے یورپ مین

[۳] Haskins: Studies in The History of Mediaeval Science
[۴] Ch. Singer: The Dark Ages & Dawn in Science & Civilization
[۵] " " "

داخل ہو چکے تھے، یہ بھی واقعہ ہے کہ بیکن نے جو کچھ علم و فضل حاصل کیا اس کا سرچشمہ علوم اسلامیہ تھے جیسا کہ اس امر سے ظاہر ہے کہ آکسفورڈ کا مدرسہ جہان اس نے تعلیم حاصل کی اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کیلئے ان یہودیون نے جو ولیم آف نارمنڈی (William of Normandy) کے ساتھ انگلستان پہنچے تھے، قائم کیا تھا[۱]، یہ بھی واقعہ ہے کہ راجر نے یورپ کے مختلف علوم اسلامیہ کی درسگاہون مین پڑھا تھا اس لیے کہ یورپ مین اور کہین باقاعدہ علوم کی تعلیم نہ ہوتی تھی، رابرٹ برلفالٹ کہتا ہے کہ:

"نہ راجر بیکن اور نہ اس کے ہمنام دوسرے بیکن کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ تجربہ کے طریقہ کو رائج کرنے والے قرار دیے جائین، راجر بیکن کی اس سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہین کہ وہ اسلامی علوم کو عیسوی یورپ تک پہنچانے کا ایک ذریعہ تھا، وہ ہمیشہ اس بات پر زور دیتا رہا کہ اس کے معاصرین کے لیے علم حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہین ہے، سوا اس کے کہ وہ عربی زبان اور عربی علوم حاصل کرین، یہ بحث کہ تجربہ کے طریقہ کا کون موجد تھا، ایسا ہی ہے جیسا کہ عربون کی ہر ایجاد و انکشاف کا موجد اس شخص کو قرار دے دیا جاتا تھا جس کے ذریعہ سے پہلی مرتبہ یورپ اس ایجاد سے روشناس ہوا ہو، مثلاً قطب نما کا موجد ایک فرضی شخص فلیو یوجیو جا کو بتایا جاتا ہے یا الکحل کا ارنلڈ کو یا عینک و بارود کا بیکن یا شوارٹز کو، لیکن یہ یورپ کی تہذیب کا آغاز بالکل غلط طور پر بیان کرتا ہے، عربون کے تجربہ کا طریقہ بیکن کے زمانہ تک بہت عام ہو چکا تھا اور تمام یورپ نہایت شوق سے اس کی پیروی کرتا تھا، اس کو اڈیلارڈ آف باتھ، الیگزنڈر آف نیکم، ونسنٹ، ارنلڈ اور برنارڈ پیش کر چکے تھے[۲]"

یہ امر کہ راجر بیکن نے جو کچھ حاصل کیا وہ بہت کچھ اسلامی علوم کی وجہ سے تھا، اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے علمی مشاغل کی وجہ سے مسلمان قرار دیکر ملزم بنایا گیا، ڈوہائٹ کہتا ہے:

[۱] Brifoault. The Making of Humanity
[۲] " " "

"علم کے میدانِ کارزار مین ایک دوسرا موثر حربہ بہ نہایت کامیابی سے استعمال کیا گیا، عربون نے سائنس مین نہایت عظیم الشان انکشافات کئے تھے اور ابن رشد (اکثر لوگون کے خیال کے مطابق) سینٹ تھامس اکیوناس کی عزت و شہرت مین شریک پیدا ہوگیا تھا، ان وجوہ سے ایک نئی گولی ایجاد ہوئی اور یہ مسلمان ہونے کا الزام تھا، چنانچہ اس کا وار بھی کامیابی کے ساتھ بیکن پر کیا گیا"[لہ]

اس مین کوئی شبہہ نہین ہے کہ راجر بیکن علوم عربیہ مین کمال مہارت رکھتا تھا اور انھین علوم سے اس نے اپنے فلسفہ کے لیے مواد حاصل کیا،

محاربات صلیبی یہ ظاہر ہے کہ محاربات صلیبی کے ذریعہ سے جو کچھ یورپ کو حاصل ہوا وہ سب اسلامی مشرق کی تہذیب کا نتیجہ تھا، کیونکہ نوجوانانِ یورپ کے مقابل ان طویل محاربات صلیبی مین صرف مسلمان ہی تھے، اس طرح اسلامی تہذیب نے مشرق و مغرب دونون طرف سے یورپ مین تجدیدِ علوم کے لیے راہ کھولدی،

عہدِ تجدید وہ اسباب جو دورِ تجدید کے آغاز کا باعث ہوے حسب ذیل ہین:۔

(۱) امریکہ کا دریافت ہونا (۲) یونانی علوم کا احیار (۳) پوپ کے اقتدار مین کمی واقع ہونا، (۴) چھاپہ کی ایجاد،

ان مین سے امریکہ کا دریافت ہونا مسلمانون کے ایجاد کردہ قطب نما کی بدولت ہوا، کولمبس سے صدیون پہلے عرب جہاز ران اس عجیب آلہ کو استعمال کر رہے تھے، جس نے آیندہ جہاز رانی کی راہین کھولدین خود کولمبس کی تحریرون مین ایسے حوالے موجود ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن رشد کی تصنیفات نے اس کو ایک مغربی براعظم کا وجود سجھایا تھا۔ الکندی اور اس کے مثل دوسرے جغرافیہ نویسون کی تصنیفات نے یہ بات ظاہر کردی تھی کہ کرۂ ارض کی دوسری جانب بھی ضرور زمین ہے، یونانی علوم کا احیار بھی اسی لیے ممکن ہوا کہ وہ سب عربی مین محفوظ تھے، ہسٹورینس ہسٹری (The Historians History) مین عربون کے متعلق ہے کہ:۔

لہ Dr. White: Medieval Mind

"وہ (عرب) یونانیون اور ہندون کے علوم کو محفوظ رکھنے کے باعث ہمیشہ شکریہ کے مستحق ہین کیونکہ یونانی یا ہندو اس زمانہ مین کسی قابل نہ تھے اور یورپ اس وقت تک اس درجہ جاہل تھا کہ وہ ان خزانون کی حفاظت کا کام اپنے ذمہ لینے کا اہل ہی نہ تھا، عربون کا نام تاریخ سے مٹا دو تو تم دیکھو گے کہ یورپ مین تجدیدِ علوم کا کام صدیون پیچھے ہٹ جائے گا"

مسلمانون نے یونانی علوم کی صرف حفاظت ہی نہین کی بلکہ ان کی شرح کی اور حاشیے لکھے، انھون نے غلطیان بھی نکالین اور ان سے بہت آگے ترقی بھی کی، یونانی علوم کی بعض نہایت سخت غلطیون کا ازالہ کیا گیا مثلاً ابن ہیثم نے یہ ثابت کردیا کہ آنکھ جب دیکھتی ہے تو شعاع اس مین پیدا نہین ہوتی بلکہ اس چیز مین پیدا ہوتی ہے جسے دیکھا جائے،

تیسرا سبب پوپ کے اقتدار کا کم ہوجانا ہے، یہ امر قابلِ غور ہے کہ پوپ کے اقتدار کے خلاف سب سے پہلے بغاوت لوتھر نے کی تھی جس کے اصلاحی خیالات اسلام کے اثر سے پیدا ہوئے تھے،

آخر مین چھاپہ کی ایجاد بھی اسی لیے کامیاب ہوسکی کہ کاغذ اس سے پہلے مسلمان بناکر یورپ مین رائج کرچکے تھے، ایچ جی ویلس لکھتا ہے:۔

"مطابع کو اور زیادہ منظم صورت مین پیش کرنے مین جو ناکامی ہوئی بلاشبہہ اس کا بڑا سبب یہی تھا کہ اس زمانہ مین کاغذ کافی مقدار مین نہ مل سکتا تھا . . . .

اگر اس زمانہ مین مطابع ہوتے بھی تب بھی وہ بیکار بند پڑے رہتے"

اس طرح عہدِ تجدید بلاواسطہ اسلامی تہذیب کے اثرات کے ماتحت عالم وجود مین آیا ہے، ہر مستند مصنف نے اب اس کو تسلیم کرلیا ہے، ڈاکٹر تھارنڈ ایک کہتا ہے:۔

"اگر عرب چارلس مارٹل اور فرانکس کو جن کی سلطنتین یون بھی ختم ہورہی تھین شکست دیدیتے اور اگر وہ مغربی یورپ پر مسلط ہوجاتے جیسا کہ اندلس پر ہوگئے تھے تو یورپ مین تہذیب کی تجدید بہت جلد ہوگئی ہوتی"[لہ]

لہ Lynn Thorndike: Medeival Europe

ولی کا غیر مطبوعہ کلام،

از

مولوی نصیر الدین احمد صاحب ہاشمی، ایم آر، اے ایس، ایف آر ایس اے،

ولی اورنگ آبادی کا کلام اب تک متعدد مرتبہ نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ سے بھی شائع ہو چکا ہے، اور ابھی حال مین انجمن ترقی اردو اورنگ آباد نے نہایت اہتمام سے متعدد دیوانون سے مقابلہ کرکے ولی کے کلیات کو زیور طبع سے آراستہ کیا ہے، اس کے بعد بظاہر کوئی مزید اضافہ کی گنجائش نہین معلوم ہوتی مگر انگلستان کے ذخیرے کے مد نظر ہنوز اس کلیات کو نامکمل کہنا ناگزیر ہے،

انگلستان مین ولی کے پندرہ دیوان ہین جنکی صراحت حسب ذیل ہے:-

(۱) انڈیا آفس	۸ مخطوطے	(۴) کیمبرج	۳ مخطوطے
(۲) برٹش میوزیم	ایک مخطوط	(۵) آکسفرڈ	۲ مخطوطے،
(۳) اڈنبرا یونیورسٹی	ایک مخطوط		۱۵

ان دیوانون کے مد نظر نہ صرف ہم اس کے شائع شدہ کلیات مین اضافہ کر سکتے ہین بلکہ بعض دیگر حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کا نام ولی محمد تھا اور دکن کے باشندے تھے، یہان سب سے قدیم دیوان سنہ ۱۱۴۴ھ کا مرتبہ ہے جبکہ ولی خود زندہ تھے،

اس کے قبل کہ غیر مطبوعہ کلام پیش کیا جائے مختصر طور پر ہر دیوان کی صراحت بے موقع نہوگی،

انڈیا آفس (۱) دیوان نمبر ۱۱۳ ورق (۱۱۰) سائز ۹½ × ۵½ سطر ۱۱ تا ۱۷، خط نستعلیق کاتب حفیظ اللہ سنہ کتابت دوئم ربیع الثانی سنہ ۱۳ جلوس محمد شاہ (سنہ ۱۱۴۴ھ) اس مین (۳۶۵) غزل، دو مستزاد، ستائیس رباعی

چالیس فرد، نو مخمس، دو ترجیع بند، دو مثنویان، چار قصیدے درج ہین، ہر ورق پر جھلی چسپان کی گئی ہے تاکہ بوسیدہ کاغذ تلف نہ ہو، مگر صاف طور سے پڑھا جا سکتا ہے، نہایت خوشخط ہے جلد انڈیا آفس مین نئی بنوائی گئی ہے، یہ دیوان اس لیے قابل قدر ہو کہ سب سے قدیم ہے جبکہ ولی خود زندہ تھے،

(۲) دیوان نمبر ۱۱۴ ورق (۲۱۲) سائز ۷½ × ۴½ سطر ۱۱ تا ۱۲ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۲۴ جلوس محمد شاہ (سنہ ۱۱۵۵ھ) غالباً اسی سنہ مین ولی کا انتقال ہوا ہے، اس مین ۴۷۳ غزل سے زیادہ ہین کیونکہ بعض حاشیہ کی تعداد شامل نہین کیگئی ہے، اس کے بعد دس رباعی (۴۶) فرد، دو مستزاد، دو بازگشت، دو ترجیع بند، ایک چار در چار، ایک مثلث، سات مخمس، اس کے بعد پھر تین مستزاد، دو قصیدے اور ایک مثنوی درج ہے، اس نسخہ مین جابجا الفاظ کی اصلاح کی گئی مثلاً "کہتا ہون" کو "لکھتا ہون" بنایا گیا ہے وغیرہ، حاشیے پر متعدد اشعار زیادہ کیے گئے ہین، اس دیوان پر دو مہرین ایک مین محمد عبد اللہ ولد حافظ محمد احمد سنہ ۱۱۸۶ھ اور دوسرے مین محمد احمد سنہ ۱۱۶۸ھ مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوان ان کی ملک رہا ہے،

اس مین دیگر اصحاب کے متعدد فارسی شعر بھی درج ہین اور بعض خانگی یادداشتین بھی ہین، بعض اندراجات سے پتہ چلتا ہو کہ یہ گجرات مین مرتب ہوا ہے، اس دیوان کا کاتب محمد نور الدین علی ہے،

(۳) دیوان نمبرہ ۱۵۵ ورق (۱۴۴) سائز ۸½ × ۴¾ سطر ۱۱ تا ۱۵ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۶ھ، کاتب محمد تقی ولد سید ابو المعالی یہ ابو المعالی وہی بزرگ ہین جنکے ساتھ ولی نے دہلی کا سفر کیا تھا،

اس دیوان مین اوّل (۳۸۸) غزل اس کے بعد چار قصیدے، ایک ترجیع بند پھر ایک قصیدہ، نو مخمس (۲۶) رباعی - (۲۹) فرد - تین مستزاد پھر ایک ترجیع بند، اور آخر پر ایک اور قصیدہ درج ہے، ابتدائی اوراق خوشخط ہین، اس کے بعد زشت خط ہو گیا ہے،

اولاً بسم اللہ کے ساتھ بیس غزل ردیف الف کی خوشخط درج ہین اس کے بعد ایک صفحہ پر چند دیگر فارسی اشعار لکھے گئے ہین، اس کے بعد پھر بسم اللہ کے ساتھ غزلون کی ابتدا ہوئی ہے، کچھ تو مکرر درج ہوئے ہین، اور کچھ

نہیں ہیں، دیوان کے آخر علاوہ دیگر فارسی اشعار کے فراقی کی ایک اور غزل اور ایک عربی دعا مرقوم ہے، کتابت کے بعد مقابلہ کیا گیا ہے، جا بجا اصلاح اور حاشیہ پر الفاظ درج ہیں، اس دیوان کے سرورق پر درج ہے:

"تصنیف مغفرت پناہ میاں ولی محمد متوطن دکن"

اور آخری صفحہ پر مرقوم ہے:-

"تمت تمام شد دیوان مغفرت نشان میاں ولی محمد مرحوم متوطن دکن بتاریخ دہم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۶ ہجری بروز پنجشنبہ بوقت صبح تحریر یافت مالک و کاتب این دیوان عاجز المذنب محمد تقی ولد سید ابو المعالی است کسے دعوی کند باطل است"

(۴) دیوان نمبر ۱۱۶، ورق (۱۱۶) سائز ۸×۵ سطر ۱۳ تا ۱۷، خط نستعلیق، تاریخ کتابت اور نام کاتب وغیرہ کی صراحت نہیں ہے، مگر کاغذ اور خط کے مدنظر اس کو بھی بارہوین صدی ہجری ہی کا تصور کرنا چاہیئے،

اس مین اول چار قصیدے، ایک قطعہ، اس کے بعد دو مثنویان درج ہین، اس کے بعد ایک صفحہ خالی چھوڑ کر غزلون کی ابتدا کیگئی ہے جنکی تعداد (۳۴۷) ہے، اس کے بعد تین مستزاد، دو ترجیع بند (۲۳) رباعی، چالیس فرد، ایک قطعہ، اس کے بعد پھر تین غزل اور پھر ایک قصیدہ درج ہے، اسکو بھی جلدی سے جوڑا گیا ہے،

اس دیوان پر فورٹ ولیم کالج کی مہر ثبت ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ کالج کی ملک رہا ہے،

(۵) دیوان نمبر ۱۱۷، ورق ۱۰۶، سائز ۹½×۵½ سطر ۱۱ تا ۱۴، خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہین، اسمین (۱۲۲) غزل، گیارہ رباعی، چار مستزاد، تین مخمس، ایک بازگشت، ایک چار درچار، ایک مثلث، ایک ترجیع بند اور دو قصیدے درج ہین، دیوان کے آخر حسب ذیل عبارت درج ہے:-

"چہاردہم جزو دیوان ولی بموجب فرمودہ بہہ جوکر ج جیو سلمہ اللہ تعالیٰ بخط ناپختہ (؟) خادم بروز سہ شنبہ ارقام یافت"

۶- دیوان نمبر ۱۱۸ ورق (۵۰) سائز ۸½×۶ سطر ۱۱ تا ۱۳ خط نستعلیق تاریخ کتابت، نام کاتب وغیرہ

درج نہین ہے، بلحاظ کاغذ اور خط تیرہوین صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے، اس مین (۲۰۲) غزل، دو مستزاد، دو مخمس درج ہین:-

۷- دیوان نمبر ۱۱۹، ورق ۷۰، سائز ۹½×۷، سطر ۱۱ تا ۱۴، خط نستعلیق، یہ دیوان ناقص اول اور ناقص الآخر ہے، اس لیے تاریخ کتابت وغیرہ معلوم نہین ہو سکتی، بلحاظ شانِ خط و کاغذ بارہوین صدی ہجری کا ہے، اس مین ۱۴۳ غزل ہین.

۸- دیوان نمبر ۱۲۰، ورق ۲۸، سائز ۷×۲، سطر ۱۱ تا ۲۱، خط نستعلیق، تاریخ کتابت، ۲ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۸، کاتب غلام محمد،

اس دیوان مین ۱۵۳ غزل، ایک مستزاد، ایک مخمس، ایک ترجیع بند درج ہین، یہ دیوان ولایتی عودے کاغذ پر لکھا گیا ہے، پہلے صفحہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے:-

"کتابِ ہذا حسب فرمایش جناب سیٹھ صاحب بہروزجی سراب جی ایسرن بمقابلہ منشی یسین خان بتاریخ ۱۱ر جولائی سنہ ۱۸۴۴ء تسوید شد فقط یسین خان"

اور آخر پر درج ہے:-

"الحمد للہ والمنۃ کتاب دیوان ولی در بند صورت اختتام یافت تحریر تاریخ ۲ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۸ الصلوٰۃ والسلام الراقم غلام محمد"

۹- دیوان برٹش میوزیم لندن نمبر ۱۰، ورق ۳۴، سائز ۸×۴½، سطر ۱۱، خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۳ بمقام بمبئی،

اس مین صرف غزل ہین، اکثر مقامات پر حروف، مصرع اور شعر کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے، معلوم ہوتا ہے کاتب سے وہ الفاظ حل نہین ہوئے،

۱۰- دیوان مملوک اڈنبرا یونیورسٹی نمبر ۲۷، ورق ۱۹، سائز ۹×۶½، خط نستعلیق، دیوان کے آخری

اوراق کرم خوردہ ہین اس لیے تاریخ کتابت وغیرہ جو درج ہے معلوم نہین ہوسکتی۔ بلحاظ کاغذ و شانِ خط ۱۲ وین صدی ہجری کا ہے، اس مین ۴۶۳ غزل، ایک ترجیع بند، گیارہ مخمس، تین مستزاد، تین رباعی، دو فرد اور ایک قصیدہ درج ہے؛

۱۱۔ دیوان کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی، نمبر ۳۵۰ (Add) ورق ۱۰۲، سائز ۲۲ر۷ × ۱۲ر۶، ۱۴ سطر، خط نستعلیق، خوشخط جدول سرخ، تاریخ کتابت ۲۶ صفر سنہ ۲۲ جلوس محمد شاہ ۱۱۵۳ھ،

اس دیوان مین ۴۱۲ غزل، تین مستزاد، ایک بازگشت، نو مخمس، دو ترجیع بند، چار قصیدے، ایک قطعہ، دو مثنویان، ۳۲ رباعی، ۲۲ فرد درج ہین، خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"دیوانِ ولی بحسب فرمایش رفعت و عوالی پناہ خانصاحب مہربان محمد نثار (نثاری) جیو مرقوم شد بست و ششم شہر صفر سنہ ۲۲ محمد شاہ"

اس دیوان کو بھی لکھنے کے بعد مقابلہ کیا گیا ہے، اکثر اشعار وغیرہ حاشیہ پر بنائے گئے ہین، اس دیوان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ گارسی ڈی تاسی کی ملک رہا ہے (Garcin-de-Tassy) کیونکہ اس کے دستخط موجود ہین، جلد قدیم ہے ممکن ہے کتابت کے زمانہ کی ہو،

۱۲۔ دیوان کتب خانہ کنگ کالج کیمبرج نمبر ۱۴۶، ورق ۱۹۰، سائز ۱۰ × ۶، سطر ۱۴، خط نستعلیق، تاریخ کتابت وغیرہ درج نہین ہے، سرخ جدول ہے، بلحاظ شانِ خط تیرہوین صدی ہجری کا ہے، صرف غزلین ہین جن کی تعداد ۲۲۳ ہے

۱۳۔ دیوان کتب خانہ کاپر کالج کیمبرج Coper college نمبر ۴، سائز ۱۰ × ۵، ورق (۵۹) سطر ۱۷، تاریخ کتابت ۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۲ کاتب آتما رام۔ خط نستعلیق،

اس مین ۴۴۲ غزل، دو مستزاد، چار رباعی، ایک ترجیع بند، تین مخمس درج ہین، دیوان کے آخر حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"بخط بندہ احقر آتما رام بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۲ مطابق سنہ [illegible] روز جمعہ وقت دوپہر شاہ عالم بادشاہ غازی"

۱۴۔ دیوان کتب خانہ اکسفرڈ یونیورسٹی، نمبر ۴۶ ورق ۱۲۵ سائز ۸ × ۴، ۱۱ تا ۱۵ سطر، خط نستعلیق، تاریخ کتابت وغیرہ درج نہین مگر کاغذ اور شانِ خط کے لحاظ سے بارہوین صدی ہجری کا ہے، اس مین ۴۴۲ غزل مگر ۱۲۳ غزل کے بعد درمیان مین ایک مستزاد اور ایک بازگشت درج کیا گیا ہے، اور ان کو ردو عنوان دیا گیا ہے، اس کے بعد باقی غزل درج ہین، غزل کے ختم پر جو صفحہ ۱۰۰ پر ہوئی ہے "تمت تمام شد دیوانِ ولی" لکھا گیا ہے اور اس کے بعد دس مخمس، ایک ترجیع بند، پانچ قصیدے، اور پھر ایک ترجیع بند، ۴۰ رباعی، تین فرد درج ہوئے ہین، حاشیہ پر بعض الفاظ کے معنی لکھے گئے ہین اور بعض جگہ اشعار اضافہ کئے گیے ہین،

۱۵۔ دیوان اکسفرڈ، نمبر ۵۸۶، ورق ۹۵، سائز ۹ × ۵½، سطر ۱۱، خط نستعلیق، تاریخ کتابت ۲ رجب سنہ ۱۱۵۳ کاتب شیخ امام الدین،

اس دیوان مین ۳۶۲ غزل، اس کے بعد ایک ترجیع بند، تین مخمس، ایک قصیدہ، ایک مثنوی درج ہین، دیوان کے آخر حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"بعون الملک الوہاب حسب الامر حافظ محمدی ولد خواجہ محمد فاضل مرحوم اسکنہ اللہ فی دار الجنان در عہدِ خلافت بادشاہ جمجاہ خلایق بارگاہ محمد شاہ بادشاہ غازی...... (؟) منصورا فی المعارک والمغازی کاتب الحروف شیخ امام الدین ساکن الدکریہ (؟)، بتاریخ دویم رجب المرجب سنہ ۱۱۵۳ھ روز شنبہ نسخہ دیوان بوقت چہار گھری روز برآمد بہ تصحیح...... این صحائف پرداخت"

ان دیوانون کے متعلق مصنفین کٹیلاگ نے جو فروگذاشتین کی ہین ان کی صراحت کا یہ موقع نہین ہے، البتہ چند دیگر امور ضرور قابلِ تذکرہ ہین۔

ان دیوانون سے ولی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کی زندگی سے اب تک

مرتب ہوتا رہا ہے اور بلحاظ مذہب و ملت ہر شخص نے اس کی قدر کی ہے جہان مسلمانون نے اوسکو مایۂ صد افتخار خیال کیا وہان ہندو اصحاب نے بھی اس کو قدر کے ہاتھون لیا اسی طرح پارسی اقوام نے اس کو عزت کی نگاہون سے دیکھا ہے، اسی طرح یورپ نے قدر کی ہے،

دیوان نمبر۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام ولی محمد صحیح ہے اور وہ درحقیقت دکن کے باشندے تھے، نیز یہ کہ ۱۱۵۶ھ مین وہ بقید حیات نہین تھے،

دیوان نمبر۴ مین ولی کی غزل، ہوا ہے رشک چمنے کی کلی کون الخ کے حاشیہ پر ناصر علی کا اردو جوابی شعر حسب ذیل درج ہے:-

باعجاز سخن گراوڑ چلے تو ن ۔۔۔ نہ پہنچیگا ولی ہرگز علی کون

دیوان نمبر۱ کا ایک ورق درمیانی موجود نہین ہے، اگرچہ مصنف کیٹلاگ نے پنسل سے جو نمبرات قائم کئے ہین وہ برابر ہین مگر صفحہ (۵۳) ذیل کے شعر پر ختم ہوتا ہے،

جا ہوئی ہو ولی کے نمط جگ مین دور مین ۔۔۔ انکھیان مین سرمہ بوے کے خاک چرن کرو

اور صفحہ ۵۴ پر ذیل کے مقطع کے ساتھ صرف تین شعر ہین،

ولی مت حاسدانکے ہاتھ سون دلکون مکدر کر ۔۔۔ کہ آخر دلسون جاوی گا غبار آہستہ آہستہ

اس سے ظاہر ہے کہ وہ صفحہ جس پر اس کا مطلع اور ماقبل شعر تھے نہین ہے، نیز دیگر غزل جو اس پر ہوتے چاہئین، مثنویان جن دیوانون مین درج ہین ان کے اشعار کی تعداد تقریباً سب مین ایک ہے، اور وہی دو مثنویان مین جو کلیات ولی مین بھی درج ہو چکی ہین،

انڈیا آفس کے کل دیوانون کی جلدین نئی بندھوائی گئی ہین، البتہ نمبر۳ مین قدیم زمانہ کی جلد بھی شامل ہے،

اس صراحت کے بعد اب مین غزلون سے قطع نظر کرکے دیگر اصناف سخن کی (جو کلیات ولی مین شائع ہوئے ہین) وضاحت کرتا ہون کہ وہ کن کن دیوانون مین درج ہین:-

(الف) مستزاد (مندرجہ کلیات ولی)

(۱) بے تاب کیا شوق نے مجھ دل کو بدن مین الخ

یہ دیوان نمبر(۲و۳و۴) مین موجود ہے،

(۲) لائی ہے لگن تم سون جھڑکون سکے گا الخ (دیوان نمبر۱)

(۳) بخشی ہین اپس رنگ سون اس گل ترے گالان، الخ

(۴) کیتا ہے نظر جب ستی تجھ رشک پری پر، الخ (۱و۲و۴و۵و۶و۸و۱۱و۱۳و۱۵)

(۵) معلوم نہین کن نے میرے دل کو لیا ہے، الخ (۲و۳و۴و۵و۶و۷و۹و۱۰و۱۱و۱۳)

(۶) گئے رات معراج وہ عرش پر، الخ (۱و۲و۴و۶و۱۱)

(۷) ہرگز تو نہ لا ساتھ رقیب دغلی کون الخ (۱و۲و۱۳و۱۴)

(۸) دل چھوڑ کے یار کیونکہ جاوے الخ (نمبر۲)

(۹) کیتا ہون ترے ناؤن کو مین ورد زبان کا الخ (نمبر۲)

(ب) مخمس

(۱) تجھ قد نے مجھ نگاہ کون عالی نظر کیا الخ (۱و۳و۱۰و۱۱و۱۴و۱۵)

(۲) مطلب نہین ہے ہم کون حسینان نعیم کا الخ (۱۰و۱۱و۱۴)

(۳) نکو کر آشنائی غیر سون اے سیمتن ہرگز الخ (۱و۲و۶و۸و۹و۱۰و۱۱و۱۳)

(۴) عاشق ترے جمال پر شیدا ہوے اتال الخ (۱و۲و۱۱و۱۴و۱۵)

(۵) گلشن مین مجھ سنے کے اے صاحب جمال چل الخ (۱و۲و۳و۵و۹و۱۰و۱۱و۱۴)

(۶) ناز سون آ تجھے خدا کی قسم الخ (۱و۳و۹و۱۰و۱۱و۱۴)

(۷) نیرنگی ترے لب کی مسیحا پہ لکھا ہون الخ (نمبر۱۰)

(۸) تیرے قدم کے فرش رہ میرے نین سب دن اچھو الخ (۱و۳و۱۰و۱۱و۱۳)

(۹) سجن کا ذکر مین تس دن رتا ہے الخ (کسی مین نہین ہے)

(۱۰) تہ تنہا حسنِ خوبان دلربا ہے الخ (۲و۱۰و۱۴و۱۵)

(۱۱) یاقت لب تیرے سجن پہ دل میرے کا قوت ہی، الخ (۱و۲و۳و۶و۱۰و۱۱و۱۳و۱۴)

(۱۲) مشق کرا ے دل سد تجرید کی، الخ (۸و۱۰و۱۱و۱۲و۱۴)

(۱۳) ہمسر ہو تیرے دعوی مین اڑکون سکے گا، الخ (۱۰)

(۱۴) ہوس دل مین سدا تیری ہے سوتے ہور کھانے کا، الخ (کسی مین نہین ہے)

(۱۵) رحم کر تجکو دلبری کی قسم، الخ (۲)

(ج) ترجیع بند،

(۱) مرے دل مین وہ سرو گلفام ہے، الخ (۱و۲و۳و۴و۵و۸و۱۱و۱۵)

(۲) اے تو مقبولِ سرورِ عالم، الخ (۱و۲و۳و۴و۱۱و۱۳)

(د) قصائد

(۱) اے زبان پر تو اوّل اوّل، الخ (۱و۳و۴و۵و۱۰و۱۱و۱۴و۱۵)

(۲) عشق مین لازم ہے اوّل ذات کہن فانی کرے، الخ (۱و۲و۳و۴و۵و۱۱و۱۴و۱۵)

(۳) ہر ایک رنگ مین جو دیکھتا ہون چرخ کے نیرنگ الخ (۱و۳و۴و۱۱و۱۴)

(۴) کیا ہے غم مجکون اگر جگ مین نہین مونسِ غم، الخ (۳و۴و۱۱و۱۴)

(۵) دیکھے نظر سون اگر یہ جمال نورانی، الخ (۴و۱۴)

(۶) ہوا ہے خلق اپر پھر کے فضل سبحانی (۱و۳و۴)

(ھ) مثنوی،

(۱) الہی دل اپر دے عشق کا داغ، الخ (۱و۲و۴و۱۱)

(۲) عجب شہران مین ہی پر نور ایک شہر الخ (۱و۲و۴و۱۱)

(ز) بازگشت،

(۱) دلربا آیا نظر مین آج میری خوش ادا، الخ (۲و۱۴)

(۲) سب چمن کے گلرخان کا تون ہی زیب گلبدن الخ (۲و۵و۱۱)

(ح) مثلث،

(۱) دیکھ غمزے ترے کا جور و جفا، الخ (۲و۵)

(ط) چار در چار،

(۱) صنم سات جب آ کے بار لگے، الخ (۲و۵)

(ی) قطعہ

(۱) گجرات کے فراق سون ہے خار خار دل، الخ (۳و۴و۱۱)

(۲) ہوا ہے ختم جب یو درد کا حال، الخ (کسی مین نہین ہے)

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ کلیاتِ ولی کا شائع شدہ کلام عموماً یہان کے دیوانون مین موجود ہے، مگر مین اب ایسے کلام کو پیش کرونگا جو یہان کے دیوانون سے دستیاب ہوا ہے اور کلیات مین موجود نہین ہے، اور چونکہ کلیاتِ ولی نہ صرف مخطوطون سے مرتب کیا گیا ہے بلکہ مطبوعہ دیوانون سے بھی مدد لیگئی ہے اس لیے یہ کہنا کہ ذیل کا کلام غیر مطبوعہ ہے بالکل صحیح ہے،

قصیدہ، مستزاد، بازگشت، مثلث، چار در چار کے متعلق مجھے کچھ صراحت کرنے کی ضرورت نہین ہے کیونکہ اس صنف کا کوئی مزید کلام دستیاب نہین ہوا ہے،

مخمس | کلیات مین کل پندرہ مخمس شائع ہوئی ہین جنمین سے تیرہ تو یہان کے دیوانون مین بھی موجود ہین،

مگر دو کا یہان پتہ نہین چلا،

اس کے برخلاف ذیل کے تین مخمس کلیات مین نہین ہین وہ یہ ہین:

مخمس

یہ برہ کی تار کیون کی جاوی — چلنے کی پکار کیون کی جاوی

جان وار کی پار کیونکی جاوی — دل یار کو چھوڑ کیونکی جاوی

زخمی ہے شکار کیونکی جاوے

بھرتا ہون جہان وجگ سون بزار — اس بند مین آہتو ہون لاچار

کیونکر ہو رہون مست ہوشیار — جب لگ نہ ملی شراب دیدار

انکھیان کا خمار کیونکی جاوی

جب عشق کی فوج نے آئی گھیرا — حیران ہوا ہوا اس میرا

اس دن سون ہوا ہون تیرا چیرا — یکسان ہے ہمیشہ حسن تیرا

جنت سون بہار کیونکی جاوی

یہ دل تری دیکھنے کو روی — ہر شام صبح مین تل نہ سووی

یہ عمر عزیز غم مین کھووی — انکھوانکے اگر مدد نہ ہووی

مجھ دل کا غبار کیونکی جاوی

عاشق کی یہی ہر جگ مین بانان — معشوق کی نانو پر بکانان

نہین کام ہر ایک کا اسین آنان — ممکن نہین اب ولی کا آنان

ہی عاشق زار کیونکی جاوی

یہ مخمس صرف دیوان نمبر ۲ مین ہے، (باقی)

موجودہ فرمانروایان عرب

(۳)

لحج

سلطان عبدالکریم فضل

از مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دارالمصنفین،

لحج حکومت لحج عرب کی ایک چھوٹی مگر ترقی یافتہ اور زرخیز ریاست ہے، سلطان عبدالکریم فضل یہان کے روشنخیال حکمران ہین اس کے حدود اربعہ یہ ہین، جنوب مین بحرِ عرب کا ساحل یا باب المندب سے لحجاف تک، شمال مین امام یحییٰ کے حدودِ سلطنت، مشرق مین حضرموت اور مغرب مین بحر احمر، مجموعی رقبہ ۲۵۰۰ مربع میل اور آبادی ۳۰ لاکھ ہے، مذہب کے اعتبار سے یہ آبادی مختلف مذاہب اور فرقون پر مشتمل ہے، سنیون مین شافعی حنفی اور شیعیون مین جعفری اسمٰعیلی اور زیدی، دیگر مذاہب مین یہودی، عیسائی اور ہندو ہین، یہان بعض قبائل ایسے بھی آباد ہین جو ابھی تک زمانۂ جاہلیت کی روایات پر قایم اور اسلام سے بالکل ناواقف ہین، مشہور قبائل مین عبادلہ، نوافع، آلِ فضل، عوالق، حواشب، صبیحہ ہین، اور مشہور مقامات کے نام یہ ہین، سقرہ، حوطہ، لحجاف، لحج، ابین، القصاب، شیمیر وغیرہ،

حکومتِ لحج کی تاریخ: آج سے دو سو برس قبل حکومت لحج کا رقبہ یمن کے ممالک محروسہ مین شامل تھا، یہان امام یحییٰ کا حاکم رہا کرتا تھا، اٹھارہوین صدی کے ربع اول مین یمن سے علٰحدہ مستقل حکومت قائم ہوئی، سنہ [illegible]ء مین ایک زیدی فوجی افسر حکومت یمن کی طرف سے یہان کا حاکم تھا، اس مین آزادانہ حکمرانی کا

کا جذبہ پیدا ہوا اور عدن پر قبضہ کرکے مستقل حکومت قایم کرلی، اس وقت یہان کی آبادی کا غالب عنصر شافعی سنی تھے، یہ گو امام یمن کے زیر حکومت تھے، لیکن ان کو دل سے ناپسند کرتے تھے، اس عامل نے ان کو مائل کرنے اور اپنی حکومت مضبوط کرنے کے لئے سنی مذہب اختیار کرلیا، اس تبدیلِ مذہب سے اسکو حکومت کی تاسیس مین بہت مدد ملی، یہ شخص سلطنتِ لحج کا پہلا بانی تھا، اس کے بعد عبادلہ یہان کے حکمران ہوئے، یہ سب زیدی النسل اور شجاعت و شہامت مین مشہور تھے،

سلاطین لحج، ان مین سے چار زیادہ مشہور ہین، سلطان محسن بن فضل، انکا زمانہ سترہوین صدی کا اواخر اور اٹھارہوین صدی کا اول تھا، یہ نہایت غیور اور حریت پسند تھے، قبائل اور علمائ کے ساتھ ان کا طرزِ عمل نہایت شریفانہ تھا، ان مین اپنی سلطنت کے حدود وسیع کرنے کا جذبہ بہت شدت سے تھا، اور ہمیشہ موقع کے منتظر رہا کرتے تھے، اسی لئے ان سے اور انگریزون سے کبھی نہین بنی، انھین کے زمانہ مین عدن پر انگریزون کا قبضہ ہوا، یہ نہایت زمانہ شناس، عاقبت اندیش، صائب الرائے اور عالی ہمت شخص تھے، انھون نے اپنے پورے عہدِ حکومت مین لحج کی اصلاح و ترقی کی انتہائی کوششین کین، گو انکا عہدِ حکومت بہت مختصر تھا، لیکن اس قلیل زمانہ مین فوج، مالیات، اور علوم و فنون کی اصلاح اور ترقی مین بہت کچھ کامیاب ہوئے، اگر انکو زیادہ موقع ملتا تو لحج کی حکومت کو کہین سے کہین پہونچا دیتے، لیکن ان کی بے وقت وفات کی وجہ سے یہ سلسلہ ٹوٹ گیا، تاہم مرتے وقت اپنی تمام ثروت، مدارس اور شفاخانون کی تاسیس اور ترقی کے لئے وقف کرگئے، ان کے بعد سلطان فضل بن علی بن محسن ان کے قایم مقام ہوئے، یہ بھی شجاعت و شہامت مین عقل و فرزانگی اور اصابتِ رائے مین اپنے پیشرو کے برابر تھے، ان کا اصول تھا کہ بغیر دولت کے سلطان کی کوئی عزت نہین، اس لئے انھون نے اپنی تمام توجہ امن و امان کے قیام اور زراعت کی ترقی کیجانب مبذول رکھی، حدودِ سلطنت مین بھی وسعت پیدا کی چنانچہ حواشب پر قبضہ کرلیا، لیکن کچھ دنون کے بعد انگریزون کی وجہ سے پھر واپس کردیا، ان کے اور

حکومت عدن کے تعلقات اچھے تھے، انگریز انکا ظاہر اپورا احترام کرتے تھے، لیکن مخلصانہ تعلقات نہ تھے، یہ ۳۰ برس تک حکمران رہے، اور نہایت عدل و انصاف سے حکمرانی کی، زراعت، اوقاف اور قبیلون کے باہمی تعلقات کے متعلق انھون نے نہایت عمدہ قوانین جاری کئے، جو آج تک دستور العمل کا کام دیتے ہین، ان کے بعد سلطان احمد بن فضل بن محسن تخت نشین ہوئے، یہ بھی علم دوستی اور ذکاوت مین اپنے اسلاف کے ہمسر اور ہمت و حوصلہ مین ان سے بڑھکر تھے، لیکن ویسے مخیر اور فیاض نہ تھے، انگریزون سے ظاہری تعلقات اچھے تھے، لیکن اندرونی تعلقات مین انگریز چالبازی اور بوسیدہ سیاست سے کام لیتے تھے، امام یحییٰ کے ساتھ ان کے تعلقات بہت مخلصانہ اور مضبوط تھے، ترکون کے مقابلہ مین انھون نے امام کی نہایت قیمتی مدد کی، اور شریف حسین کو بھی ترکون کی امداد سے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ترکون کے مقابلہ مین امام کی مدد کرنا نہین چاہتے تھے، اس لئے ان کی کوشش کامیاب نہ ہوئی، یہ عرب پر عربون کے علاوہ کسی کی سیادت گوارا نہ کرتے تھے، اسی لئے ترکون سے ہمیشہ تعلقات کشیدہ رہے، انھون نے اپنے زمانہ مین اتحادِ عرب کی نہایت مبارک اور مہتم بالشان کوشش کی تھی اور اس مقصد کے لئے فرمانروایانِ عرب کی ایک عام موتمر منعقد کرنا چاہتے تھے، دعوت نامے بھی بھیجدیئے تھے تاکہ سب کسی ایک مقام پر جمع ہوکر عرب قوم کی فلاح و بہبود، اور انکی سیاست اور وحدت پر غور کرین، لیکن دعوت نامے بھیجنے کے بعد پھر کسی نامعلوم سبب سے یہ تجویز ملتوی کردی، اگر اس تجویز کو عملی جامہ پہنا دیتے تو یہ ان کی زندگی کا نہایت روشن کارنامہ ہوتا،

عدن قدیم، موجودہ سلطنت لحج کے حالات معلوم کرلینے کے بعد عدن قدیم کی مختصر تاریخ سن لینی چاہیے، کہ اسکو اس سے بہت گہرا تعلق ہے، لحج گو چھوٹی سی ریاست ہے، لیکن عدن کی وجہ سے کسی زمانہ مین نہایت طاقتور تھی، کوئی بیرونی طاقت اس وقت اس کے معاملات مین مداخلت نہ کرسکتی تھی، انگریزون کے قبضہ سے پہلے یہ مقام عرب کا بہت بڑا تجارتی مرکز تھا، ۱۶۰۹ء مین ایک فرانسیسی

سیاح لازوک عدن آیا تھا، اس نے اپنے سفرنامہ مین اسکی قدیم عظمت کا نقشہ کھینچا ہے، لیکن ہم اس کو قلم انداز کرتے ہین، عدن ہی عربی وحدت کا سب سے سنگین قلعہ تھا، یہان ایک زبان، ایک مذہب اور ایک تمدن تھا، امراے عرب کے محلات وقصور، انکی تجارتی کوٹھیان اور سنگین قلعے اسکی رونق کو دوبالا کرتے تھے،

قدیم آثار مین یہان کا مشہور ومعروف بند نہایت حیرت انگیز اور عجیب وغریب چیز ہے، یہ بند آج سے کئی ہزار برس قبل دو پہاڑیون کے بیچ مین پانی جمع کرنے کے لئے بنایا گیا تھا، اسمین پانی کے متعدد مخزن ہین جنمین ۵۰ ملین گیلن پانی جمع ہوتا ہے، یہ مخزن اتنے بڑے ہین کہ یہان کی قلیل بارش ایک سال مین بھرنے سے قاصر رہتی ہے، امتداد زمانہ سے یہ بند پٹ گئے تھے، ۱۸۵۶ء مین انگریزون نے اسکو دوبارہ صاف کرایا ہے،

عدن کی موجودہ اہمیت | قدیم تاریخ کے علاوہ اسکی جغرافی حیثیت نے اسکو موجودہ دور مین اور زیادہ اہم بنا دیا ہے، عدن مشرق اور مغرب کی درمیانی کڑی اور مشرق کا صدر دروازہ اور اسکی کنجی ہے، جزائر برطانیہ اور ہندوستان کے درمیان یہ جہازون کا آخری مرکز ہے، پہلا جبرالٹر دوسرا سویس تیسرا عدن، اسکی بحری حیثیت بہت اہم ہے، مشرق اور مغرب کے درمیان جتنے جہاز چلتے ہین عدن ان سب کا کوئلہ کا سب سے بڑا مخزن ہے، اس کے ٹیلیگراف آفس پر بحری امن وامان کا دارومدار ہے، گو دنیا مین اس سے بھی بڑے ٹیلیگراف آفس ہین، لیکن عدن کا مرکز ان سب سے اہم ہے، اگر آج عدن کا سلسلہ تار برقی توڑ دیا جائے تو یورپ، افریقہ اور اسٹریا سب ایک گوشہ مین پڑ جائین گے، اور قدیم زمانہ کی بحری تاخت وتاراج شروع ہو جائے گی، خصوصاً ہندوستان کا تعلق بحری راستہ سے جزائر برطانیہ سے بالکل منقطع ہو جائیگا، جن قوتون کے بل پر انگریز ہندوستان مین حکمران ہین، اسمین عدن کی قوت بھی بہت اہم ہے، اگر عدن ان کے ہاتھون سے نکل جائے تو پھر ہندوستان پر انکی گرفت ڈھیلی پڑ جائے، اسی لئے اب انھون نے ہندوستان اور یورپ کے درمیان ہوائی سروس قائم کی ہے،

عدن پر قبضہ کی کوشش | غرض ہندوستان کو قبضہ مین رکھنے کے لئے عدن پر انگریزون کا قبضہ ضروری تھا، چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ مین انگریزون نے عدن پر قبضہ جمانے کی خفیہ کوششین شروع کین، اور ۱۸۰۲ء مین سلطان احمد فضل کے ساتھ پہلا تجارتی معاہدہ کیا، اور اس تجارت کے پردہ مین عرب کے ساحل پر ہندوستان آتے جانے والے جہازون کے لئے کوئلہ کا مخزن قایم کرنے کی کوشش شروع کی، سلطان احمد کے لڑکے سلطان محسن نہایت مدبر اور حریت پسند تھے، انھون نے انگریزون کی چال سمجھ لی، اور ۱۸۲۶ء مین معاہدہ توڑ دیا، یہ محمد علی پاشا خدیو مصر کا زمانہ تھا، یہ شام پر قبضہ کر کے عرب کے بعض حصون تہامہ اور عسیر پر قابض ہو چکے تھے، عرب مین انکا اثر ونفوذ انگریزی مصالح کے بالکل خلاف تھا، خاص کر عدن کے معاملہ مین تصادم کا خطرہ یقینی تھا، کیونکہ انگریز یہان کوئلہ کا مخزن قایم کرنے کے لئے اس پر قبضہ کی فکر مین تھے، اور محمد علی پاشا اپنی عربی مقبوضات کی حفاظت کے لئے اپنا قبضہ چاہتے تھے، اور سلطان لحج سے عدن مین اپنے حقوق محفوظ کرانے کی کوشش کر رہے تھے، اور انگریزون کے مقابلہ مین انکی کامیابی زیادہ متوقع تھی، اس لئے انگریزون نے سب سے پہلے اس خطرہ کو دور کرنا ضروری سمجھا، اور لارڈ پالمرسٹن وزیر اعظم انگلستان نے ۱۸۳۸ء مین محمد علی پاشا کو لکھا کہ عرب مین انکا کوئی حق نہین ہے، یہان سے وہ اپنی فوجین ہٹا لین[1]،

دوسری طرف باب عالی کا سہارا لیا، گو عدن پر ترکون کا قبضہ نہ تھا، لیکن ان کی سیادت ضرور تھی، خصوصاً ایسے مواقع پر یورپین طاقتین ظل اللہ کی مذہبی سیادت سے فائدہ اٹھا لیا کرتی تھین، چنانچہ انھون نے عثمانی حکومت سے ایک تجارتی معاہدہ کیا کہ انگریز تاجر اپنا مال عثمانی حکومت مین بیچ سکین گے، اور ان اطراف مین تجارتی کوٹھی بنانے کے لئے عدن مانگا، سلطان عبد الحمید نے فوراً فرمان جاری کر دیا، ایسٹ

[1] اسی سلسلہ مین ۱۸۴۰ء مین انگلستان مین کانفرنس ہوئی اور اسکی قرارداد کے بموجب شام ترکی حکومت کو واپس مل گیا، اور عرب سے بھی محمد علی پاشا کو دست بردار ہونا پڑا،

انڈیا کمپنی نے یہ وسیلہ تو اچھا پیدا کیا لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی خوب سمجھتی تھی کہ عرب مین حقیقی حکومت عربون کی ہے، اس لئے تنہا اس فرمان سے کام نہ چلے گا، اس لئے اب عدن پر قبضہ کرنے کے لئے کسی معقول عذر کی تلاش ہوئی، بدقسمتی سے اس زمانہ مین انگریزی تجارتی جہاز عدن آیا جایا کرتے تھے، اتفاق سے ایک جہاز ڈوب گیا، عربون نے اسکا سامان لوٹ لیا، اور ایسٹ انڈیا کمپنی کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا، چنانچہ اس نے کپتان اسٹافرڈ ہینس کو تین سو مسلح فوج کے ساتھ ایک جنگی جہاز دیکر سلطان لحج کے پاس تاوان مانگنے کے لئے بھیجا، اس وقت سلطان محسن یہان کے حکمران عدن ہی مین موجود تھے، کپتان موصوف نے سلطان عبد المجید کا فرمان دکھا کر تاوان مانگا، یہ اس فرمان سے بہت برہم ہوئے کہ عثمانی سلطان کو عربی حکومت مین دخل دینے کا کیا حق ہے، ان کے انکار پر کپتان اسٹافرڈ نے فوراً حملہ کردیا، سلطانی افواج نے مقابلہ کیا، اور آخر مین ایک معاہدہ پر معاملہ طے ہوا جس کی رو سے انگریزون نے عدن مین سلطان کے حقوق محفوظ کرکے ایک لاکھ ماہانہ انکا وظیفہ مقرر کردیا، اور انگریزون کو عدن کے قریب ایک چھوٹے سے مقام پر قیام کی اجازت مل گئی، اس معاہدہ مین دو شرطین یہ بھی تھین کہ کوئی اجنبی شخص خواہ وہ برطانیہ کا عہدہ دار ہی کیون نہ ہو لحج مین بغیر سلطان کی اجازت کے داخل نہین ہوسکتا، دوسرے انگریز یا ان کی رعایا اگر کوئی جرم کریگی تو سلطنت لحج کی تعزیرات کے مطابق اسکو سزا دیجائے گی،

ان شرائط سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ انگریز کن شرائط پر عدن مین آباد ہوئے تھے، لیکن یہ خواہ کتنی ہی ذلیل شرائط پر آئین، تاہم جہان ان کے قدم پہونچ گئے، وہان پھر دوسرے حکمران کا جمنا بہت مشکل ہے، چنانچہ کچھ ہی دنون کے بعد انگریزی قنصل اور سلطان مین اختلافات شروع ہوگئے، جسکا نتیجہ جنگ کی صورت مین ظاہر ہوا، اس جنگ مین سلطان کو شکست ہوئی، اور ان کے قبیلہ عبادلہ کو انگریزون نے عدن سے بالکل نکال دیا، حتی کہ کسی کو عدن مین گھر تک بنانے کی بھی اجازت نہ دی، اور عدن پر انکا کامل قبضہ ہوگیا، اس قبضہ کے بعد دوسرا معاہدہ ہوا جس کی رو سے سلطان لحج نے

انگریزون کی سیادت تسلیم کرلی لیکن اندرون ملک مین انکی کامل آزادی برقرار رکھی گئی، البتہ بیرونی طاقتون سے معاہدہ ناجائز قرار دیا گیا، امرائے عرب کے ساتھ تعلقات پر کوئی قید نہ تھی، سب سے زیادہ دلچسپ دفعہ یہ تھی کہ لحج کے حدود مین کسی اجنبی کی ملکیت یا اسکا داخلہ سلطان کی اس اجازت کے بغیر جو حکومت برطانیہ سے حاصل کیجائے، نہین ہوسکتا، بہرحال اس معاہدہ کے الفاظ مین گو سلطان آزاد تسلیم کئے گئے تھے لیکن درحقیقت عملاً ان کی آزادی سلب ہوچکی تھی،

دوسری جنگ کے بعد عدن انگریزی قبضہ مین چلا گیا، لیکن عدن کے علاوہ ابھی کوئی اور حصہ ان کے پاس نہ تھا، اور عدن کی حفاظت کے لئے ضروری تھا کہ یہان فوجی بارکین اور دوسرے استحکامات بنائے جائین، تاکہ وہ بیرونی حملہ آورون سے حفاظت کرسکین، لیکن اس کے لئے کوئی معقول جگہ نہ ملتی تھی، چنانچہ انھون نے عدن سے باہر قدم نکالنے کی کوششین شروع کین، پاس ہی شیخ عثمان کی آبادی اس مقصد کے لئے بہت باموقعہ تھی، یہ مقام گو آزاد تھا، لیکن حکومت لحج کے زیر سیادت تھا، انگریزون نے اسکو یہان کے رئیس سے مانگا، قیمت بھی پیش کی، لیکن وہ راضی نہ ہوا، تو انھون نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا، سلطان لحج کے حقیقی بھائی سلطنت مین بہت دخیل اور اس کے کارکن تھے، انکو ملک سے زیادہ روپیہ عزیز تھا، انگریزون نے ۱۸۸۲ء مین ان سے ۲۰ ہزار کے عوض شیخ عثمان کا خفیہ معاملہ کرکے کتابت کرالی، سلطان کو علم ہوا تو انھون نے بھائی کو خارج البلد کرکے انکو تمام حقوق سے محروم کردیا، اور اس کتابت کے خلاف بہت احتجاج کیا، لیکن انگریزون نے اس کتابت کو قانونی دستاویز قرار دیکر واپسی سے انکار کردیا، اور وہان اپنی فوجین اتار دین، آخر مین سلطان خاموش ہوگئے، کہ انگریزی فوج کا مقابلہ انکے امکان سے باہر تھا، رفتہ رفتہ شیخ عثمان کی حیثیت ایک چھوٹے سے شہر کی پیدا ہوگئی، اور فوجی بارکون اور سامان جنگ کی وجہ سے خاصی چہل پہل رہنے لگی،

جنگ عظیم اور لحج، جنگ عظیم مین ترکون اور انگریزون کے درمیان لحج کی پوزیشن بالکل طمجیم کی ایسی تھی اسکو

اس دوران مین سخت نقصان اٹھانا پڑا، خاندان شاہی بھی ان مصائب کا شکار ہوا، اسکی تفصیل یہ ہے کہ شیخ سعید کا رقبہ جنگ کے قبل ترکون کے پاس تھا، یہان ان کے قلعے تھے، اور جنگی سامان رہتا تھا، جب انھون نے ۱۹۱۴ء مین عدن پر حملہ کرنا چاہا اور انگریزون کو اسکا علم ہوا تو وہ شیخ سعید کی طرف بڑھے تاکہ اس پر قبضہ کرکے انکی جنگی قوت توڑ دین، لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے انگریزی فوجین حملہ آور نہ ہوسکین تاہم تربہ اور اس کے قرب وجوار کے متعدد قلعے تباہ کر دیے، اور اس وقت ترک آگے نہ بڑھ سکے، بلکہ انکو پیچھے ہٹنا پڑا، لیکن چند ہی مہینون کے بعد ماویہ سے لحج ہوتے ہوئے عدن کی طرف بڑھے، انگریزون نے عدن کی حفاظتی فوج کو شیخ عثمان ہوتے ہوئے لحج کی طرف بڑھنے کا حکم دیا، لیکن موسم کی سختی کی وجہ سے فوج وقت پر نہ پہونچ سکی، اور ترک اس کے پہلے لحج پہونچ گئے اور انگریزون کو پسپا ہوکر پیچھے ہٹنا پڑا، اس کے بعد ترکون نے لحج کو خوب لوٹا، اور شیخ عثمان مین فوجین اُتار دین، لیکن چند ہی دنون کے بعد انگریزی فوجین پہونچ گئین، اور ترکون کو شیخ عثمان چھوڑ کر لحج واپس آجانا پڑا، انگریزون نے یہان سے ہٹانے کی بھی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے،

ترکون کی ۱۰ ہزار شامی فوج یمن مین تھی، اور اس کا ایک حصہ سعید پاشا جرکسی کے زیر کمان ماویہ مین تھا، سعید پاشا نہایت خوش اخلاق افسر تھے، عرب انکی خوش اخلاقی کے گرویدہ تھے، اسلئے سعید پاشا نے کوشش کی کہ عربون کو ساتھ لے کر عدن پر حملہ کرین، اس حملہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ انگریز یہان مشغول رہین، اور عرب کے دوسرے حصون مین ترکون کا مقابلہ نہ کرسکین، چنانچہ اپنی ہر دلعزیزی کی وجہ سے یہ اس کوشش مین کامیاب ہوئے، اور بہت سے قبیلہ ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے، ماویہ سے عدن پر حملہ کا راستہ لحج کے اندر ہوکر تھا، سعید پاشا نے سلطان لحج سے اجازت مانگی، لیکن یہ انگریزون کے حلیف تھے اس لئے اجازت نہ دی، انکے انکار پر سعید پاشا نے لحج پر حملہ کر دیا، لحجیون نے مقابلہ کیا، اور دکیم کے پاس سخت معرکہ آرائی ہوئی، لیکن یہ سب غیر تربیت یافتہ اور تعداد مین

کم تھے، اس لئے شکست کھا گئے، اور انگریزی فوجین اُس وقت پہونچین جب لحجی کامل شکست کھا چکے تھے، اس تاخیر کی مختلف تاویلین کیجاتی ہین، لیکن عدن مین عام طور پر مشہور ہے کہ ہندوستانی مسلمان رجمنٹ نے ترکون کے مقابلہ سے انکار کر دیا تھا، بہرحال واقعہ جو کچھ بھی ہو ترک لحج پر کامل طور پر قابض ہوگئے، اور سعید پاشا نے سلطان لحج کے انکار کا ان سے بہت سخت بدلہ لیا، خاندان شاہی قلعے سے برابر مدافعت کرتا رہا، لیکن آخر مین ترکون کی گولہ باری سے مجبور ہوکر راتون رات شیخ عثمان کی طرف بھاگ نکلا، عین اسوقت انگریزی امدادی فوج پہونچگئی، لیکن اس نے تاریکی مین شاہی خانوادہ کو ترکی دستہ سمجھکر آتشباری شروع کر دی، بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوئے، خود سلطان کے پاؤن مین گولی لگی، جس کے صدمہ سے وہ عدن پہونچ کر انتقال کر گئے،

ترکون نے لحج پر قبضہ کرنے کے بعد اسکو خوب تباہ کیا، یہان کے باشندے ان کے مظالم سے تنگ آکر عدن چلے گئے، شاہی خاندان کے باقی ماندہ افراد نے بھی عدن کا راستہ لیا، لحج پر قبضہ ہونے کے بعد سعید پاشا نے جارحانہ پیشقدمی روک دی، انگریز بھی شیخ عثمان اور عدن سے مطمئن ہوکر خاموش ہوگئے، اور جنگ کے ہولناک زمانہ مین ان دونون مقامات پر کامل امن وامان رہا، انگریز بھی سعید پاشا کی اس صلح پسندی اور اخلاق کے معترف اور مداح ہین، اس مدت مین خاندان شاہی عدن مین بیٹھکر اپنی قسمت کے فیصلہ کا انتظار کرتا رہا، ان کے مدت قیام مین انگریز برابر ان کی خبر گیری اور ہر طرح کی دلدہی کرتے رہے، حتی کہ سلطان عبدالکریم کے اس احتجاج پر کہ انگریزی فوجون کے بروقت نہ پہونچنے سے شاہی خاندان کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، انگلستان کی حکومت نے عدن کے عاکم اور یہان کے کمانڈر دونون کو معزول کر دیا، اختتام جنگ کے بعد جب ترکون کی قسمت کا فیصلہ ہوا، تو خود سعید پاشا جرکسی نے عدن جاکر انگریزون کو تلوار حوالہ کی، اور لحج پھر سلطان عبدالکریم کو واپس مل گیا، جب یہ لوگ لحج واپس ہوئے تو یہان کی حالت بہت ابتر تھی، لیکن لحجیون نے زراعت

میں ہمہ تن مشغول ہوکر بہت جلد حالت سنبھال لی،

موجودہ حکمران

موجودہ حکمران سلطان عبدالکریم فضل نہایت روشنخیال، تعلیم یافتہ اور حریت پسند امیر ہیں، ان میں ان کے اسلاف کی تمام خصوصیات موجود ہیں علوم وفنون کے ساتھ خاص دلچسپی ہے خصوصاً عرب اور تاریخ اسلام کے مطالعہ کا بہت ذوق ہے، انکا مطالعہ نہایت وسیع ہے جدید سے جدید کتابیں اور شام ومصر کے تمام اخبارات زیر مطالعہ رہتے ہیں جس وقت یہ اقوام عالم کی پالٹیکس پر گفتگو کرتے ہیں، تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عرب کے کسی گوشہ کا بدوی حکمران ہے، بلکہ مصری تعلیم یافتہ کا دھوکا ہوتا ہے، ان میں تعصب وتنگ نظری کا نام بھی نہیں، ان کے آزادانہ خیالات سنکر سخت حیرت ہوتی ہے وطنیت اور قومیت انکی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے ہے، کہا کرتے ہیں کہ تعصب اور مذہبی تنگ نظری اقوام کی سب سے بڑی مصیبت اور وطنیت کی سب سے بڑی بدبختی ہے، کاش عرب سمجھ جاتے کہ انکی آزادی کا مدار دماغ پر ہے، دل پر نہیں ہے، اپنے وطن میں اجنبی اثر ونفوذ کو سخت ناپسند کرتے ہیں، اور اس کی کامل آزادی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں، اگر انکی کوششیں جاری رہیں، تو تعجب نہیں کہ بعض کھوئے ہوئے حقوق ان کو واپس مل جائیں، ان میں اور برٹش گورنمنٹ میں عرصہ ہوا ایک جدید معاہدہ کے متعلق گفت وشنید ہو رہی تھی، اسکی دفعات سے انکی وطن پرستی اور حریت پسندی کا اندازہ ہوگا،

(۱) لحجی حکومت کو اندرون ملک کی حفاظت اور بیرونی مدافعت کے لئے اسلحہ خریدنے کا پورا حق ہوگا، اور اس معاملہ میں اس پر سے تمام قیود اٹھا دیئے جائیں گے،

(۲) سلطان عدن کی انگریزی فضائی قوت کو ضرورت کے وقت سرکش قبائل کی تادیب میں استعمال کر سکیں گے،

(۳) حکومت لحج اپنے حسب منشا ملکی فوج کی جیسی تنظیم چاہے گی کریگی،

(۴) امام یحیی نے حکومت لحج کے جن مقبوضات کو دبا لیا ہے، سلطان اسکی واپسی میں بالکل

آزاد ہوں گے،

(۵) برٹش گورنمنٹ کو سلطان کے بیرونی تعلقات میں جو سلطان کے اندرونی ملک سے متعلق ہوں، آزادانہ حقوق ماننے چاہئیں،

(۶) لحج کے قرب وجوار کی عربی امارتوں صبیحہ حواشب، قطیب، امین، ضالع، یافع، علوی سے برطانیہ کو اپنی حمایت اٹھا کر لحج کی حکومت کے متعلق کر دینا چاہئے،

(۷) سلطان کو ایک جنگی موٹر (ٹینک) رکھنے کا اختیار ہوگا، اور وہ اسکو جب چاہیں گے کام میں لاسکیں گے، دو ایک دفعات ولیعہدی کے متعلق ہیں جنکا تذکرہ آگے آئے گا،

گورنمنٹ میں اعزاز

برٹش گورنمنٹ میں سلطان عبدالکریم کا بڑا اعزاز ہے، عدن کی حکومت انکا بہت احترام کرتی ہے، اکثر ان مسائل میں جنکا تعلق قبائل یا عرب کے اندرون ملک سے ہوتا ہے، ان سے صلاح ومشورہ کرتی ہے، K.C.I.E. خطاب ہے، گیارہ ضرب توپ کی سلامی مقرر ہے، مراسلات میں ایشیائی طرز کے بڑے بڑے القاب سے مخاطب کرتی ہے، مثلاً خط میں وہ عمدة الامراء الکرام قدوة النجباء الفخام حضرت سلطان لحجی وصدیقی عبدالکریم فضل بن علی کے سی آئی ای لکھتی ہے، ۳۰۰۰ ماہوار اعزازی وظیفہ مقرر ہے،

ولیعہدی

حکومت لحج کے لئے ولیعہدی کا مسئلہ بہت اہم ہے، یہاں انتخابی حکومت کا طریقہ رائج ہے گو اب تک ایک ہی خاندان کے حکمران منتخب ہوتے رہے، لیکن قبائل اس کے پابند نہیں ہیں، اور انتخاب میں انکو آزادی حاصل ہے جسکو چاہیں سلطان منتخب کر سکتے ہیں، انتخابی حکومت یقیناً بہت عمدہ شے ہے، اور آج کل تمام دنیا اسی کی طرف جا رہی ہے لیکن یہ طریقہ صرف ترقی یافتہ ممالک کے لئے مناسب ہے جہاں کے باشندے تعلیم یافتہ اور انتخاب میں بالکل آزاد ہوں، مگر ایک غیر تعلیم یافتہ ملک میں خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ انتخاب میں دوسری قوتیں بھی دخیل ہوں، سخت مضر ہے، لحج میں

کو حکمران کا انتخاب عمال عمائدِ سلطنت اور سردارانِ قبائل کرتے ہین، لیکن اسمین انگریز بھی مداخلت کر سکتے ہین، جسکو اپنے اغراض و مقاصد کے لئے موزون سمجھین، خواہ وہ ملک کے لئے کتنا ہی مضر ہو، سلطان بنا سکتے ہین، اس لئے سلطان عبدالکریم ولیعہدی کا طریقہ رائج کرنا چاہتے ہین، کہ بادشاہ خود اپنا جانشین مقرر کرجائے، چنانچہ معاہدہ مین ایک دفعہ اسکی بھی رکھی ہے، کہ انگریز اسکو تسلیم کرلین، وہ اپنے بعد اپنے لڑکے امیر فضل کو ولیعہد بنانا چاہتے ہین، یہ ابھی نوجوان ہین، انکی تعلیم و تربیت خاص اہتمام کیساتھ ہو رہی ہے، مشرقی علوم کے ساتھ انگریزی کی تعلیم بھی دیجاتی ہے،

لحج مین ترقی کے آثار حکومتِ لحج گو رقبہ کے لحاظ سے عرب کی بہت چھوٹی حکومت ہے، لیکن ترقی مین بہت آگے ہے، عدن سے پایہ تخت تک ریلوے لائن ہے، سلطان عبدالکریم اسکی ترقی مین ہمہ تن کوشان رہتے ہین، سلطان محسن اپنی تمام ثروت اسی مقصد کے لئے وقف کر گئے تھے، سلطان عبدالکریم نے اس سے حوطہ مین مدارس اور شفاخانے قایم کئے ہین، مدارس مین شام و مصر کی جدید ریڈرین پڑھائی جاتی ہین، اور ان مدارس اور شفاخانون کے لیے انھین دونون مقامون کے اطبا اور مدرسین کی خدمات حاصل کی ہین، اگر انگریزون کی موافقانہ مدد شامل رہی، تو بہت جلد لحج کی حکومت متمدن حکومت بنجائیگی، زراعت کی ترقی مین بھی سلطان کو خاص انہاک ہے، وہ خود بھی اپنا تھوڑا وقت زراعت اور باغبانی مین صرف کرتے ہین، لحج کی زمین سیر حاصل ہے، اسکی ترقی کے لیے سلطان جدید آلات منگانے والے تھے (اب غالبًا آگئے ہونگے) روئی کی کاشت بھی شروع ہوگئی ہے، گندھک اور بارود کی تیاری کا سامان بھی ہو رہا ہے، غرض اس چھوٹی سی حکومت مین ہر طرف ترقی کے آثار نمایان ہین،

مغربی تمدن، سب سے زیادہ عجب یہ بات ہے، کہ یہان جدید تمدن نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے، سلطان عبدالکریم کی روشنخیالی نے اسمین اور مدد دی ہے، خود سلطان کی ذات مشرق و مغرب کے امتزاج کا عملی نمونہ ہے، وہ فرنگی لباس پر عربی عبا اور ہندوستانی وضع کا عمامہ باندھتے ہین، انکا

محل مشرقی اور مغربی تمدن کے امتزاج کی سب سے بڑی نمایش گاہ ہے، محل کی عمارت عربی اور انگریزی مخلوط طرز کی ہے پھر اس کے اندر بھی یہی تقسیم ہے، انتہا یہ ہے کہ بعض کمرے جدید ترین سامانون سے آراستہ ہین، ایک طرف پیانو، گراموفون اور اس قبیل کی دوسری اشیا نظر آئین گی جو اس جدید تمدن کی نقیب ہین، بلیارڈ کا کمرہ مع مکمل سامان کے علحدہ ہے، اسی کے بالمقابل دوسرے کمرون مین خالص عربی وضع کی آرایش ہے، نہایت عمدہ صوفے اور بیش قیمت قالینون سے کمرہ آراستہ ہے، سامنے ٹیبل پر صحیح بخاری قسطلانی اور نووی کی مجلدات رکھی ہوئی ہین، محل سے نکل کے باغ کی سیر کیجئے تو یہان بھی یہی بہار دکھائی دیگی، مشرقی درختون کے ہمسایہ مغربی پودے بھی جھوم رہے ہین، غرض قصر شاہی کی تمام چیزین نشستگاہ، دسترخوان، سواری اور کتابون تک مین مشرق و مغرب دست و گریبان نہین، بلکہ باہم بغل گیر نظر آتے ہین،

حکیم اسپنوزا

از

پروفیسر محمد یوسف خانصاحب سلیم

(۲)

کیرکٹر۔ اخلاق وعادات

یون تو جس شخص کو خارج از جماعت کیا جاے اس کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے، لیکن ایک یہودی کے حق مین یہ بات موت سے بھی بڑھکر ہے۔ بیشک اسپنوزا نے علماے یہود کے متفقہ فیصلہ کو نہایت خاموشی کے ساتھ سنا، اور اپنے ضمیر کی آزادی برقرار رکھنے کے لیے ہر قسم کی تکلیف اٹھائی لیکن اس واقعہ کا اس کے مزاج پر اثر ہوا اور ضرور ہوا، ظرافت، خوش طبعی اور ہنسی مذاق، ان تینون باتون مین سے کوئی بات اس کی تحریر یا زندگی مین نہین پائی جاتی، بیشک کینٹ بھی فلاسفر تھا، بلکہ زاہد خشک، لیکن ہر روز دوپہر کے کھانے کے بعد، گھنٹہ دو گھنٹے یار دوستون اور طلبہ سے صحبت گرم کرتا تھا اور وہ وقت خالص دماغی تفریح کے لیے وقف تھا، لیکن غریب اسپنوزا ہنسنے ہنسانے کے لیے پیدا ہی نہین ہوا تھا، بلکہ بیشتر اوقات اسکی تحریر مین ایک دلخراش طنز مخفی ہوتا ہے جس سے بوے انتقام بھی آتی ہے، مثلاً علم الاخلاق حصہ اول کے ضمیمہ مین ہادیانِ طریقت کا ذکر کرتے ہوے یون لکھتا ہے کہ

"یہ مقدس طبقہ علی العموم ان لوگون کو جو بحیثیت فلاسفہ معجزات کی علت یا مظاہر فطرت کو سمجھنا چاہتے ہین، اور بیوقوفون کی طرح ان باتون پر متحیر رہنے کو کافی نہین جانتے، کافر ملحد اور بے دین قرار دیدیتا ہے، اور یہ طبقہ ان افراد پر مشتمل ہے جنھین عوام دیوتاؤن اور کائنات کے اسرار کا حامل سمجھتے

ہین، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہین کہ اگر عوام الناس کی آنکھون سے جہالت اور تعصب کا پردہ دور ہو جاے تو پھر ہم ان پر حکومت نہین کر سکتے"۔

اس کے علاوہ اس بیچارے نے عمر بھر مین ایک دفعہ دل بہلانے کی کوشش کی اور اسی مین ناکام رہا، اس ناکامی نے اسپنوزا کو بتا دیا کہ ع جگہ دل لگانے کی دنیا نہین ہے،

مین کہتا ہون کہ ڈاکٹر وندکور۔ کی بیٹی اگر نہ ملی تو یہ بات تو حاصل ہو گئی کہ دنیا اور اس کے تعلقات اس لائق نہین کہ کوئی سمجھدار آدمی ان کو درخورِ اعتنا سمجھے، میرے دل مین اس کی قدر و منزلت محض اسی لیے ہے کہ اس نے طلب علم کو مقصدِ حیات قرار دیا، علم سے مراد، ذاتِ باری کا علم ہے،

رائنزبرگ مین جہان وہ رہتا تھا وہ مکان آج بھی موجود ہے، اور جس سڑک پر وہ واقع ہے اسکا نام بھی اسپنوزا روڈ چلا آتا ہے، اس مکان کے ایک مخصوص کمرہ مین دو دو تین تین شبانہ روز مسلسل بیٹھا کام کرتا رہتا تھا، نہ وہ کسی کے پاس جاتا نہ کوئی اس کے پاس آتا۔ اوقات مقررہ پر خادمہ دبے پاؤن آتی اور کھانا میز پر رکھکر چلی جاتی، مسٹر کالرس جنھون نے اس کے دیکھنے اور ملنے والون سے دریافت کر کے اس کے سوانحِ حیات مرتب کیے تھے لکھتے ہین:-

"ہر سہ ماہی کے بعد اسپنوزا آمد و خرچ کا حساب کیا کرتا تھا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ خرچ اسکی آمدنی سے زیادہ تو نہین ہے، بعض اوقات وہ مالکۂ مکان سے کہا کرتا تھا "مین تو اس سانپ کے مانند ہون جس کے منھ مین سواے اس کی دم کے اور کچھ نہین ہوتا" یعنی جتنی آمد اتنا ہی خرچ لگا بندھا رہ"

لیکن اس زندگی سے وہ بالکل مطمئن تھا، ایک مرتبہ ایک شخص نے اس سے کہا "کیا اچھا ہو کہ آپ عقل کے بجاے الہام پر بھروسہ رکھین" اس نے جواب دیا "جو پھل مین اپنی فطری عقل کی بدولت جمع کرتا ہون اگر وہ محض خیالی بھی ثابت ہون جب بھی مجھے افسوس نہ ہوگا، بلکہ اسی پر قناعت کرونگا کیونکہ میری راحت صرف جمع کرنے مین مضمر ہے اور مین چاہتا ہون کہ اپنی زندگی امن سکون اور روحانی خوشی مین بسر

کرون، نہ یہ کہ رات دن گذشتہ پر افسوس اور آیندہ کے متعلق فکر کرتا رہون"، ایک بڑے آدمی کا قول ہے
کہ اگر نپولین، اسپنوزا کے برابر عقلمند ہوتا تو وہ ایک حجرہ مین رہ کر چند کتابین تصنیف کر دیتا" یہ قول اناطول
فرانس کا ہے، آگے چل کر کالیرس لکھتا ہے "اسپنوزا درمیانی قد کا آدمی تھا ناک نقشہ سے درست تھا،
رنگت سانولی تھی، بال سیاہ اور گھونگریالے تھے، بھوین لانبی اور گھنی تھین جو بھی دیکھتا فوراً کہدیتا
کہ یہ شخص پرتگالی یہود کی اولاد ہے" جو تصاویر آج دستیاب ہوتی ہین، اُن سے یہ بیان سراسر
مطابقت رکھتا ہے، اتنا اور اضافہ کر لیجئے کہ اس کا چہرہ کتابی تھا، اور آنکھون سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اس شخص کو روحانی سکون اور اطمینان قلب حاصل ہے،

لباس کی طرف سے وہ قطعاً لاپرواہ تھا، شاید مزدورون کا لباس بھی اس کے لباس سے بہتر ہوتا
ہوگا، ایک مرتبہ ایک بڑا آدمی جو سلطنت مین بڑے عہدہ پر ممتاز تھا اس سے ملنے آیا، وہ اس وقت
ایک کثیف لبادہ (گاؤن) پہنے ہوے تھا، اس امیر نے اس بات پر بہت تعجب کیا اور کہا "اگر حکم ہو تو مین
ایک نیا اور بیش قیمت لبادہ آپ کے رتبہ کے لائق حاضر کرون" اسپنوزا نے ہنسکر کہا "کوئی شخص قیمتی
لبادہ زیب تن کرنے سے اشرف و اعلیٰ نہین ہو سکتا، علاوہ برین جسم جیسی حقیر اور فانی شے کو بیش قیمت
لباس پہنانا قرینِ عقل نہین" باایہمہ وہ ترکِ لذات یا جسم کو دکھ دینے یا بے ہنگم زندگی بسر کرنے کا قائل
نہ تھا، چنانچہ ایک موقعہ پر اس نے لکھا ہے، "جو شخص سلیقہ کا پابند نہین اسکا نفس شایستہ نہین ہو سکتا"

بہت سے لوگ اُس کی مالی امداد کرنا چاہتے تھے، لیکن اس نے کبھی اپنا بار دوسرون پر نہین ڈالا
آبائی جائداد بطیبِ خاطر اپنی بہن کو دیدی۔ سائمن ڈی ایز ایک دولتمند سوداگر تھا وہ اُسے اس قدر عزیز
رکھتا تھا کہ ایک مرتبہ اس نے پانچہزار کی رقم اس کی خدمت مین پیش کی مگر اس نے شکریہ کے ساتھ واپس
کردی، مرنے سے پہلے اپنی چوتھائی جائداد اس کے نام لکھدی، لیکن اس نے مجبور کیا کہ ساری جائداد اپنے
بھائی کے نام لکھدو کیونکہ وہ حقدار ہے، اور مجھے ضرورت نہین، لیکن اس کے مرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ

اپنی وصیت مین ایکہزار سالانہ اسپنوزا کے نام لکھ گیا ہے، اُس نے اسے بھی اس کے بھائی کے نام منتقل
کرنا چاہا، لیکن احباب کے اصرار سے ڈیڑھ سو ڈالر سالانہ قبول کر لیے، شہنشاہ لوئی چہاردہم نے ایک
معقول پنشن اس شرط کے ساتھ پیش کی کہ آیندہ تصنیف میرے نام سے منسوب کیجائے، مگر اُس نے
صاف انکار کر دیا اور کہا "مین سوا‌ے خدا کے اور کسی کا ممنونِ احسان ہونا نہین چاہتا، اس نے
مجھے قواے عقلیہ عنایت کیے ہین اور مین اُن سے کام لونگا"

کتاب سیاست و مذہب مین لکھتا ہے "حکومتون کو چاہیے کہ دار العلوم قائم کرین کیونکہ
آگے چل کر یہی دار العلوم دار البلاء ہو جاتا ہے، ہر شخص کو آزادی ہونی چاہیے کہ جو چاہے پڑھے
اور جو چاہے سکھاے، علم کی اصلی ترقی کتابون کی اشاعت اور مدارس کی کثرت پر منحصر نہین ہے بلکہ
ضمیر کی آزادی پر"

اگرچہ احباب اس کی امداد کرتے تھے، لیکن وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتا تھا، عینک سازی سے
جو آمدنی ہوتی وہ اپنے صرف مین لاتا، بالائی رقوم فقراء اور مساکین پر تقسیم کر دیتا، مرنے کے بعد لوگون نے
اس کے رجسٹر کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک دن اُس نے صرف شوربہ اور مکھن ہی پر قناعت کی جس کی لاگت
۳ ر ۲ پائی تھی، دوسرے دن لپٹا ہی چاٹ لیا جس مین تھوڑی سی کشمش بھی تھی،

کالیرس لکھتا ہے کہ عموماً عمایدین شہر اُسے مدعو کرتے تھے، لیکن وہ اپنے گھر کی سادہ غذا کو رؤسا کے
مرغن کھانون پر ترجیح دیتا تھا،

زمانہ کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ایسے شخص کو لوگون نے، عیاش اور لامذہب کہکر بدنام کیا اور سوائے
جرمنی کے کوئی ملک ایسا نہین جہان کے مصنفین نے یہ الزامات اس پر عاید نہ کئے ہون، حالانکہ اس سے
بڑھکر مذہبی آدمی شاید ہی گذرا ہو، چنانچہ ناولس اُسکو "سرشارِ محبت الٰہی" کہکر خطاب کرتا ہے، اور اب
ہر شخص اس کی راے کا مؤید ہی نظر آتا ہے،

آزادی کا اس قدر دلدادہ تھا کہ خورد ونوش کے لیے دوسرون کا دست نگر ہونا کجا وہ تو عقائد
اور خیالات مین بھی کسی کا پابند نہ تھا، جبتک کوئی بات اس کی سمجھ مین نہ آتی، اُسے تسلیم نہ کرتا، یہ سچ ہے
کہ ڈیکارٹ اس کا روحانی استاد تھا، کیونکہ اُسی کے فلسفہ پر اُس نے اپنے خیالات کی بنیاد قائم کی،
لیکن ڈیکارٹ کے فلسفہ کی کمزوریون کو بھی اس سے زیادہ کسی نے واضح نہ کیا ہوگا، جس بات مین
اختلاف کرتا ہے تو وجہِ اختلاف کو نہایت بلند آہنگی کے ساتھ بیان کر دیتا ہے، وہ کہا کرتا تھا
"خدا نے مجھے عقل دی ہے، مشکلات مین اس کی مدد سے کام کرونگا، ورنہ یونہی رہونگا، لیکن دوسرون
کے عقاید سے بہرہ اندوز نہ ہونگا،

اس کے مخالفین نے طرح طرح کے الزامات اس کے سر تھوپے ہین، لیکن چال چلن مین کوئی عیب
نہ نکال سکا، یہ بات بہت کم فلاسفہ کو نصیب ہوتی ہے کہ وہ جو لکھتے یا کہتے ہین اُس پر خود بھی عمل کرتے
ہون، یہی وجہ ہے کہ ایک بہت بڑا مصنف لکھتا ہے "نیٹشا نے لکھا ہے کہ آخری عیسائی (مسیح) صلیب
پر مر گیا، اس کے بعد کوئی عیسائی پیدا ہی نہ ہوا، لیکن مین کہتا ہون کہ نیٹشا سے غلطی ہوئی، وہ بینی ڈکٹ
اسپنوزا کو بھول گیا" واضح ہو کہ لکھنے والا عیسائی ہے اور اسپنوزا عیسائی ہی نہ تھا، بلکہ اس نے بائبل
پر نکتہ چینی بھی کی ہے۔

اُس کی ہمت اور جرأت غیر معمولی تھی، جس طرح اُس نے افلاس اور بیچارگی کا مقابلہ کیا اُسی طرح
علالت اور موت کا، مرتے دم تک بشاش رہا، اس کی زندگی اوّل سے آخر تک بہترین ٹائپ کی جرأت
کا نمونہ ہے، خوف وہراس، رنج وغم کبھی اس کے پاس نہ آیا، انتہائی تکلیف مین بھی خوش وخرم رہتا تھا،
جس خاندان مین رہتا تھا اس کے افراد سے نہایت شریفانہ سلوک کرتا تھا، اگر کسی سے بات کرتا تھا تو
اُن سے، کبھی کبھی اپنا رفیقِ زندگی یعنی پائپ منہ سے لگائے، ان کے ملاقاتی کمرہ مین آ بیٹھتا اور ان سے
انھی کی سمجھ کے موافق بات چیت کر لیتا، وہ لوگ اس بات سے بیحد خوش ہوتے تھے اور اُسے اپنے

لیے مایۂ افتخار خیال کرتے تھے،

تصانیف اسپنوزا کی ساری عمر تصنیف وتالیف ہی مین بسر ہوئی، سب سے پہلے ڈیکارٹ کے فلسفہ پر تنقید
شائع کی جس نے اُسے مرجعِ شہرت بنا دیا، اس کتاب مین اُس نے ڈیکارٹ کے سوانح حیات، اس کے
فلسفہ کا خلاصہ اور پھر اُس پر تبصرہ لکھا تھا، یہ کتاب ۱۶۶۳ء مین شائع ہوئی اور اس کا اصلی نام "مبادیات
فلسفۂ ڈیکارٹ" ہے،

دوسری کتاب "وسائلِ ارتقاء ونشو ونمائے عقل" ہے جو ۱۶۶۵ء مین شائع ہوئی، تیسری کتاب
جو اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، فلسفۂ اخلاق ہے جسکو اس نے ۱۶۵۱ء سے لکھنا شروع کیا
اور ۱۶۶۵ء مین ختم کیا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد یعنی ۱۶۷۷ء مین شائع ہوئی،

تیسری کتاب "سیاست نامہ ومذہب نامہ" ہے جو ۱۶۷۰ء مین بغیر مصنف کے نام کے شائع ہوئی تھی، اُس پر
وہ طوفان بے تمیزی برپا ہوا کہ الامان!!! تقریباً تمام ممالک مین اُس کی اشاعت ممنوع قرار دیگئی، اور ایک دو نہین
سیکڑون کتابین رد مین لکھی گئین، اسی کتاب نے اسکو ملحد کافر اور زندیق کے معزز خطابات عطا کئے، وجہ صرف
اتنی سی تھی کہ اُس نے اس کتاب مین بائبل پر بھی بے لاگ تنقید کی تھی، اور اس سے بڑھکر یہ کہ پادریون کو بحیثیت
ایک مذہبی جماعت کے عوام الناس اور انسانیت دونون کے حق مین مضر ثابت کیا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے
کہ یہ تنقید اس غضب کی تھی کہ اسکی وجہ سے جرمنی اور تمام یورپ کے علماے مذہب کا زاویۂ نگاہ بدل گیا بلکہ مسیحیت
کی مذہبی تاریخ ہی بدل گئی جس طرح گذشتہ جنگ عظیم کی وجہ سے یورپ کا نقشہ، اگر یہ تنقید شائع نہ ہوتی تو
نہ جرمنی مین اشٹراس پیدا ہوتا نہ فرانس مین رینان اور نہ انگلستان مین رابرٹسن، یہ جو آج مسیحی دنیا مین عقل
ومذہب کے درمیان ایک معرکہ گرم ہو رہا ہے، اُس کا بانی دراصل اسپنوزا ہے، اسپنوزا ہی کی تحریر ہیوم نے
پڑھی، اسی کے خیالات سے مل متاثر ہوا، ان دونون نے مسیحی مذہب کے متعلق جو کچھ لکھا اُس نے آج انگلستان
مین "تحریک جدید" پیدا کر دی ہے اور اس تحریک کے ارکان آہستہ آہستہ کلیسائے مسیحی کے تمام مسلمہ عقاید سے

دست بردار ہوتے جارہے ہین، مزید تفصیل کے لیے اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان) بابت ماہ جولائی ۱۹۲۹ء ملاحظہ کیجئے کیونکہ یہ مضمون اُس بحث کا متحمل نہین ہو سکتا۔

اس کتاب کی بدولت اسپنوزا کے پاس وقتاً فوقتاً بہت سے گالیون سے بھرے خطوط بھی آتے رہتے تھے، ایک شخص البرٹ نامی نے جو پہلے اس کا شاگرد تھا، بعد مین رومن کیتھولک عقیدہ کا عیسائی ہو گیا تھا، اُس کے پاس ایک خط بھیجا جس مین لکھا:-

"آپ ادعا کرتے ہین کہ آپ نے سچا فلسفہ پالیا ہے، آپ کس طرح جانتے ہین کہ وہ فلسفہ جس پر آپ قائم ہین بہترین ہے؟ کیا آپ نے تمام سابقہ فلاسفہ کی حکمت کا مطالعہ کرلیا ہے، اور اُن مین سے ہر ایک کے فلسفہ کو پرکھ لیا ہے؟ اگر ایسا ہے بھی تو آپ کو اس بات کا یقین کس طرح ہوا کہ جس حکمت کو آپ نے منتخب کیا ہے وہ بہترین ہے آپ کو یہ جرأت کس طرح ہوئی کہ آپ نے اپنے آپکو مقدس کلیسا کے تمام شہدا، اولیائ، حکما، فضلا، وغیرہم سے برتر سمجھ لیا؟ آپ نے اُن پر اسرار عقاید مسیحیت کا مضحکہ اڑانے کی جسارت کس طرح کی جنکو ہم کیتھولک خود وراء العقل انسانی تسلیم کرتے ہین؟ (اسرار سے مراد عقاید تثلیث تجسم کفارہ وغیرہ ہیں)

اسپنوزا نے اس حماقت کا جواب یون دیا ہے:-

"آپ ادعا کرتے ہین کہ آپ نے سچا مذہب پالیا ہے اور آپ اُس مذہب کے بانی پر کامل اعتقاد رکھتے ہین۔ آپ کس طرح جانتے ہین کہ آپ کا مذہب سچا اور بہترین ہے؟ کیا آپ نے جمیع ادیان دُنیا سابقہ کا بامعان نظر مطالعہ کیا ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو آپ کو اس بات کا کس طرح یقین ہوا، کہ جو مذہب آپ نے منتخب کیا ہے وہ سچا بھی ہے اور بہترین بھی؟ غرض اسی طرح بانداز تغیر اس کے خط کا جواب اُسی کے الفاظ سے دے دیا،

چوتھی کتاب "سیاست نامہ" ہے جو غیر مکمل شائع ہوئی،

پانچوین کتاب "قوس قزح نامہ" ہے جو سیاست نامہ کے ساتھ ہی بعد وفات شائع ہوئی،

چھٹی کتاب "خدا اور انسان" سنہ ۱۶۵۲ء مین لکھی تھی جو دراصل "فلسفۂ اخلاق" کا ایک حصہ سمجھنا چاہیئے، یہ رسالہ ڈچ زبان مین لکھا تھا بقیہ کتب لاطینی مین لکھی تھین، کیونکہ اُس زمانہ مین لاطینی تمام یورپ کی علمی زبان تھی اور ہر جگہ سمجھی جاتی تھی۔ جس طرح کسی زمانہ مین عربی جملہ ممالک اسلامی کی علمی زبان تھی،

چونکہ اس کا فلسفہ مکمل طور پر "فلسفۂ اخلاق" مین مندرج ہے، لہذا ہم اسی کتاب سے ناظرین کو روشناس کراتے ہین، لیکن ایسا کرنے سے قبل مشہور جرمن فاضل الٰہیات شلائیر میخر کے الفاظ ذیل مین نقل کرتے ہین جو اُس نے اسپنوزا کی تصنیف "الاخلاق" کو پڑھنے کے بعد سپرد قلم کئے تھے، وہ اپنی کتاب "مباحث متعلق مذہب" ص ۴۷ پر لکھتا ہے:-

"وہ ایک بڑی روحانی شخصیت رکھتا تھا، خداے غیر محدود اس کی ابتدا، اور انتہا تھی، اور اُس کی پیدا کردہ کائنات اسکا واحد مطلوب تھا، وہ مذہب اور احساس مذہبی سے سرتاپا معمور تھا، بس وہ باعتبار اپنی شخصیت کے یکتا ہے اور عام فلاسفہ وحکما، اُس کی گرد کو بھی نہین پہنچ سکتے، وہ اپنے فن مین کامل تھا، اس ناپاک دنیا سے بالاتر، نہ اس کا کوئی شاگرد تھا اور نہ ہم صحبت"

میرا خیال ہے کہ شلائیر میخر نے "یسوع مسیح" کی تعریف اس سے زیادہ نہ کی ہوگی، آیندہ ہم اسکے فلسفۂ وحدت الوجود کا اجمالی خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کرینگے (انشاء اللہ تعالیٰ)

تلخیص و تبصرہ

عربی خون کا ایک گرم قطرہ

اسپین کی اسلامی تاریخ کا ایک ورق

اسپین مین جب مسلمانون کی سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہوا تو اس انتشار کی حالت مین کچھ مسلمان افریقہ چلے گئے، کچھ اسپین ہی مین رہکر عیسائیون کے مظالم سہنے لگے، اور کچھ لوگون نے عیسائی مذہب قبول کرکے ان مظالم سے نجات حاصل کرلی، اور عیسائی سلاطین کے مقربین مین داخل ہوگئے، انھی عیسائیون مین اموی خاندان کا ایک بہادر بھی شامل تھا جس کا اسلامی نام محمد بن امیہ تھا، لیکن عیسائی ہونے کے بعد الدن انسطونیو مولائی دی قرطبہ و قالور کے نام سے پکارا گیا، اس کی صلب سے تین لڑکے پیدا ہوے جنمین ایک کا نام فرنٹنڈو دوسرے کا مارٹین اور تیسرے کا لویس تھا، ان مین الدن فرنٹنڈو جو خاندانی لقب سے ممتاز تھا نہایت آزاد اور ہر دلعزیز شخص تھا اور غرناطہ کی مجلس امراء کا ممبر منتخب ہوگیا تھا، اس تعلق سے وہ ۱۵۶۵ء مین یعنی فتح غرناطہ کے ستر سال بعد ایک بار مجلس امراء مین جبکہ اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی شریک ہونے کیلئے گیا، اور جیسا کہ تمام امراء کا دستور تھا، اپنی تلوار دروازے پر رکھدی، لیکن اپنے خنجر کو اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہین کیا، اس کی یہ روش صدر مجلس کو پسند نہین آئی، اور اس پر اس نے سختی کے ساتھ اس کو سرزنش کی، فرنٹنڈو نے اس کے یہ سخت الفاظ سنے تو اس کا عربی خون کھولنے لگا، اور اس نے ان الفاظ مین اس کا جواب دیا،

مین جس طرح چاہون گا مجلس مین شریک ہون گا، کیونکہ مین سلاطین بنو امیہ کی اولاد ہون اور

میرے آبا و اجداد اس ملک کے بادشاہ تھے؛

اب صدر مجلس نے اور بھی سخت الفاظ استعمال کیے، اور اس کو ایک وحشی قوم کا فرد قرار دیا، اس پر فرنٹنڈو کا غصہ اور تیز ہوا اور اس نے دفعۃً اس پر حملہ کردیا، اس کے بعد تمام امراء نے اس پر متفقہ حملہ کیا تو اس نے اپنے خنجر سے سب کا مقابلہ کیا، اور دروازے تک ان کو دھکیلتا ہوا چلا آیا، دروازے پر پہنچکر اپنی تلوار بھی ہاتھ مین لیلی، اور ایک خاص محلے مین جس مین عرب خاندان آباد تھے نکل آیا اور چند ہی دنون مین ان عربون کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی شریک کار ہوگئی اور اس نے ان کی ایک فوج مرتب کی اور ان کو لیکر ایک پہاڑ کی طرف روانہ ہوا جس پر بہت سے عرب آباد تھے اور سب کے سب عیسائیون کے مظالم سے تنگ آکر اس پہاڑ کے دامن مین پناہ گزین ہوگئے تھے، ان سب کی پشت پناہی حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنی بادشاہی کے ساتھ اسپینی سلطنت کے خلاف عام جہاد کا اعلان کیا اور اس کے جھنڈے کے نیچے عربون کی ایک معتدبہ جماعت جمع ہوگئی، جن کے سینے اسپینیون کے بغض و عداوت کا آتشکدہ بنے ہوے تھے، اس جماعت کو لیکر اس نے اسپینیون پر حملہ کیا اور ان کے خون کا دریا بہا دیا، اسپینی سلطنت نے بھی بڑے عزم و استقلال کیساتھ اس پرجوش اسلامی جماعت کا مقابلہ کیا، لیکن ایک مدت تک ناکام رہی، لیکن بدقسمتی سے فرنٹنڈو کا ایک چچازاد بھائی جس کا نام ابن امیہ تھا، اور جو ان عربون پر حکومت کرنے کا خواہشمند تھا اس کا رقیب بنگیا، اور سازش کرکے اس کو دھوکے سے قتل کرادیا اور خود بادشاہ بنکر دوبارہ اسپینیون کے ساتھ جہاد شروع کیا، لیکن اس کے اعوان و انصار کو رشوت دیکر اسپینیون نے اس کو قتل کرادیا، اور اس کے قتل ہوجانے کے بعد تمام عرب حملہ آور منتشر ہوگئے اور چار سال کی جنگ کے بعد اسپینیون نے ان پر قابو پالیا،

فرنٹنڈو کا باپ اپنے بیٹے کی موت کے بعد ماڈرڈ مین پناہ گزین ہوگیا تھا، اور ایک فوجی سردار کی سفارش سے سلطنت نے بھی اس کو اور اس کی اولاد کو معافی دیدی تھی، اور اس معافی کے بعد اسکا

دوسرا فرزند الدن مارٹین خاندانی لقب سے ممتاز ہوا، لیکن اس نے اپنے تیسرے بھائی الدن لوئس کے ہاتھ اپنی تمام جائداد فروخت کردی اور اب اس کا لقب الدون لوئس اِی اینیسیا، غواروس قرار پایا، لیکن لوئس کے دوسرے بھائی مارٹین کا لقب صرف مارٹین دی والور باقی رہگیا،

اسپین میں اب تک یہ معزز خاندان اپنی قدیم وجاہت کے ساتھ قائم ہے اور اسکی تاریخ کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس وقت اسپین میں انھی دونون متصادم فریقون کی یادگار آجکل ایک مشہور اسپینی شاعر ہے جسکا نام فیلا سپاسا ہے، والور جو مارٹین کے لقب کا ایک جزو ہے، اس شاعر کی مان کے خاندان کا نام ہے، اور اسکا باپ جنرل فیلا سپاسا کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے، جس نے اسپینیون کی طرف سے الدن فرنڈو کا مقابلہ کیا تھا، اس مشہور شاعر یعنی فیلا سپاسا کی ولادت ٹھیک اوسی مکان میں ہوئی ہے، جس میں اسکا اسلامی اور عربی دادا فرنڈو دھوکے سے مار ڈالا گیا تھا، حریر کی جس سبز رنگ چادر میں فرنڈو قتل کیا گیا تھا، وہ فیلا سپاسا کی مان کے پاس بطور ایک یادگار کے محفوظ تھی، لیکن فیلا سپاسا نے چودہ برس کی عمر میں ایک تہوار کے دن اس کو استعمال کیا تو بلجیم کے ایک شخص نے اس کو خریدنا چاہا اور اس سے اس کے فروخت کرنے کی درخواست کی، پہلے تو فیلا سپاسا نے انکار کیا، بعد کو اس کے اصرار سے مجبور ہو کر بلا قیمت ہدیۃً دیدی، اب اس کے خاندان میں اس چادر کا صرف ایک چھوٹا سا ٹکڑا محفوظ رہگیا ہے،

اس عبرتناک واقعہ پر اب اگرچہ صدیان گذر گئی ہین اور خود مسلمان اپنی اسپینی شان و شوکت کا افسانہ بھول چکے ہین، لیکن اس شاعر کی رگون مین اب تک عربی خون دوڑ رہا ہے، اور وہ بار بار اپنے اشعار مین اس بھولے ہوے افسانے کو دہراتا رہتا ہو۔

چند روز ہوے ایک عیسائی عرب سیاح نے امریکہ مین بمقام سان پاولو اس سے ملاقات کی ہے، اور اس کے حالات، سوانح، معاشرت اور کلام پر ایک شاعرانہ ریویو کیا ہے جو المقتطف نومبر ۲۹ء

مین چھپا ہو جس سے یہ تلخیص ماخوذ ہی، وہ لکھتا ہو کہ اس شاعر کی عمر ۵۰ سال سے زائد نہین ہی، وہ سگریٹ پیتا ہو اور کھانے پینے کی پروا بہت کم کرتا ہی، ہمیشہ شاعرانہ تخیلات مین غرق رہتا ہو اور یہ استغراق اس درجہ بڑھا ہوا ہو کہ شور و غل سے اسکے شاعرانہ خیالات مین کوئی خلل نہین واقع ہوتا، وہ شعر لکھتا رہتا ہو اور اسکے بچے اسکے گرد کھیلتے کودتے اور شور مچاتے رہتے ہین، اس کی تصنیفات کی تعداد اس وقت تک ۵۰ تک پہنچ چکی ہے، اگرچہ کثرتِ تصنیف کسی مصنف کی کوئی خاص فضیلت نہین ہے، لیکن اس شاعر نے کثرتِ تصنیف کے ساتھ خوبیِ تصنیف کی فضیلت بھی حاصل کرلی ہے، اور نظم و نثر دونون مین اپنے خیالات ظاہر کئے ہین، اسکی تصنیفات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان مین اکثر کا موضوع عرب اور عربیت ہے، اس کے ایک ناول کا نام "قصرِ لوئو" ہے، جس مین اس نے ابن احمر کے زمانے کا ایک واقعہ لکھا ہے جو غرناطہ مین پیش آیا تھا، ایک ناول مین جسکا نام "ابن امیہ" ہے، وہ واقعات لکھے ہین جو فتحِ غرناطہ کے ستر سال بعد وہان کے بچے کھچے عربون کو پیش آئے، ایک ناول مین جو "بادیہ" کے نام سے مشہور ہے، وہ واقعات لکھے ہین جو صحرا مین پیش آئے، اور ان واقعات کے سلسلہ مین اہل عرب کی شجاعت، فیاضی اور مہمان نوازی وغیرہ کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا ہے، غرض اس کے تمام ناولون کے کیرکٹر اور ہیرو عرب ہین، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرب، آثارِ عرب اور انکی اندلس کی معاشرتی و اخلاقی زندگی کی تاریخ سے کس قدر واقف ہے، اس کا کلام تمام انواع شاعری کا جامع ہو، وہ کبھی ہنستا ہے، کبھی روتا ہے، کبھی رنجیدہ ہوتا ہے، کبھی خوش ہوتا ہے، جس منظر کی تصویر کھینچتا ہے، وہ آنکھ کے سامنے مجسم ہو کر آجاتا ہو، نہرون کی روانی کا نقشہ دکھاتا ہے تو کانون مین پانی کے گرنے کی آواز آجاتی ہے، ابھی ایک پرسکون نہر کے کنارے کھڑا ہے کہ دفعتہً ایک مواج سمندر کے کنارے پہنچ جاتا ہے، ابھی تم اس کو زمین پر دیکھ رہے تھے کہ چشم زدن مین آسمان پر نظر آنے لگتا ہے،

وہ عربی زبان کا شیدائی ہو، وہ ایک بار صاحبِ فراش تھا، مین اس کی عیادت کو گیا تو اس نے کہا کہ "بیٹھو اور سنو" اس کے بعد اس نے ایک قصیدے کے چار بند مجھ کو سنائے، اور انھی سے اس کی شاعر

قوت کا اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ ان کے بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

غرناطہ! آہ غرناطہ   تیری شان وشوکت مین سے کچھ بھی باقی نہ رہا،

تیری نہرون مین آنسوؤن کے سوا اور کیا رہگیا ہے؟   جو تیری سلطنت کے کھنڈرون پر بہ رہی ہے؟

تیری نسیم صبح

صرف آہ سرد ہے

غرناطہ! آہ غرناطہ   تو صرف ایک ویران کھنڈر ہے،

سنو نو کے لوگ   تیرے مصیبت زدہ فرزندون کو افریقہ لیجاتے ہین

اور وہان تیرے فرزند اُن کے خوف سے

روتے ہین، نہین اپنی ناامیدی سے روتے ہین

غرناطہ! آہ غرناطہ   تو برباد ہوا اور یہ کس قدر حسرتناک بربادی ہے؛

موج اُن کے لیے روتی اور آہ سرد بھرتی ہے   جب اسکی ڈبڈبائی ہوئی انکھین اُنکو نظر آتی ہین،

اس نے میرے سامنے یہ اشعار پڑھے تو اس کی آنکھون مین آنسو بھر آئے، اور جب وہ اس کو ختم کر چکا تو ہم پر ایک خاموشی طاری ہوگئی، جو رنج وغم سے لبریز تھی، اسکو خود یہ قصیدہ بہت محبوب ہے، اور جو جلسے اس کے اعزاز مین کیئے جاتے ہین ان مین اس کو باواز بلند پڑھتا ہے، صرف یہی نہین کہ وہ اس عربی جوش و تفاخر کا اظہار صرف اہل عرب کے سامنے کرتا ہے، بلکہ وہ تمام مجالس مین اہلِ عرب کی یاد خوانی کرتا ہے، اور لومۃ لائم کی مطلق پروا نہین کرتا، مین نے جب اس کو اپنی تصویر دی اور اس پر پرتگالی زبان مین جسکو وہ سمجھتا ہے بطور تہدیہ وتقدمہ کے کچھ الفاظ لکھنے چاہے، تو اس نے اس کو گوارا نہین کیا، اور عربی زبان مین جو اس کو بہت محبوب ہے ان الفاظ کے لکھنے کی خواہش کی، مجھکو اس کے بعض دوستون سے معلوم ہوا کہ اہل عرب کے ساتھ اس کی محبت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے، کہ ایک بار مین نے اس کو دیکھا کہ مدرید کی سڑکون

پر عربی لباس پہنے ہوئے گھوم رہا ہے، عام طور پر اگرچہ وہ مغربی وضع مین رہتا ہے، لیکن اس کے اندر عربی دل کی دھڑک محسوس ہوتی ہے، اس نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ اسپین پہنچکر ہر ممکن کوشش اس غرض کے لیے کرے گا کہ غرناطہ مین عربی ادب وتاریخ کی تعلیم کے لیے ایک عظیم الشان یونیورسٹی قائم کیجائے

"ع"

مدرسہ کا اثر ذکاوت و ذہانت پر

یہ ایک نہایت اہم سوال ہے کہ مدرسہ کی تعلیم بچون کی ذہانت کو ترقی دیتی ہے؟ یا ان کے ذہن مین صرف چند معلومات کا اضافہ تو کر دیتی ہے باقی ان کی ذہانت مین کسی قسم کی تبدیلی نہین پیدا کرتی؟ لیکن یہ سوال صرف نظری حیثیت نہین رکھتا بلکہ اس کے جواب کے لیے عملی طور پر دقیق تجربہ کی ضرورت ہے، اور اس تجربہ کیلیے سب سے پہلے بچون کی ایک معین تعداد ایسی مقرر کر لینی چاہیے، جو ایک ہی مقام کے رہنے والے ایک ہی سن و سال، ایک ہی طبقہ، اور ایک ہی سی صحبت رکھنے والے ہون، ان اوصاف کے ساتھ ان کو دو حصون مین منقسم کر دینا چاہیئے۔ ایک وہ جو کسی پابند نظام مدرسہ مین تعلیم پاتا ہو، اور دوسرے وہ جنکو تعلیمی محرومی نے اُن کی فطری استعداد پر قائم رکھا ہو، اب ان دونون کو ذہانت اور ذکاوت کے مختلف معیار سے جانچنا چاہیے، اگر ان دونون کی ذہانت مین کوئی فرق نظر آئے، تو یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ مدرسہ ہی کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ ہے، جس نے پہلے حصے کو دوسرے حصے سے ممتاز کر دیا ہے، لیکن اس تجربہ سے پہلے ہم کو یہ بتا دینا چاہیے کہ ذہانت کس کو کہتے ہین؟ اور اس کے جانچنے کا معیار کیا ہے؛

ذہانت کی مختلف تعریفین کیگئی ہین لیکن ان مین کوئی تعریف جامع ومانع نہین کہی جاسکتی سادہ طور پر صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ ذہانت مختلف عناصر مثلاً نشاط ذہنی، بصیرت، دقت مشاہدہ اور آسانی کے ساتھ مشکل مسائل کے حل کر لینے کا نام ہے، اور اس بنا پر ہر عنصر کے لحاظ سے بچون کی ذہانت کے مختلف معیار مقرر کرنے پڑین گے، اور ان مختلف معیارون سے جو نتیجہ نکلیگا اس سے اس کی ذہانت کا اوسط نکالا جاسکیگا بہرحال اس معیار کا کام یہ ہوگا کہ دو حالتون یا دو شخصون، یا مختلف اشخاص کے دو مجموعون پر اگر اس کو منطبق کیا جائے

توان مین جو فرق ہے اس کو نمایان کر دے، مثلاً دقت نظری کا معیار کسی انسان یا حیوان کی تصویر کو قرار دیا جا سکتا ہے، یعنی اگر ایک ہی قسم اور ایک ہی درجہ کے دو بچون سے کسی جانور کی دو تصویرین کھنچوائی جائین، پھر دونون پر غور کرنے سے اگر یہ نتیجہ نکلے کہ ایک تصویر مین بعض اہم اعضا چھوڑ دیئے گئے ہین، اور دوسری تصویر مین اس جانور کے تمام جسمانی جزئیات کا احاطہ کر لیا گیا ہے، تو معلوم ہو گا کہ ایک مصور کو دقت نظری مین دوسرے مصور پر ترجیح و تفوق حاصل ہے،

اگرچہ ایک ہی معیار سے مختلف ذہنی حالات معلوم کئے جا سکتے ہین، مثلاً تصویر کشی کا بھی معیار دقت نظری کے ساتھ جمالیاتی ذوق اور سبکدستی کا بھی معیار ہے، تاہم عام قاعدہ یہ ہے کہ ایک معیار کو ایک ہی ذہنی حالت پر منطبق کیا جاتا ہے، مثلاً بچے ایک سال کی عمر مین انھی الفاظ کو بول سکتے ہین جو دو حرفی ہوتے ہین، جیسے دادا، ماما، وغیرہ، اس لیے اس کو سال بھر کی عمر کے بچون کی ذہانت کا معیار قرار دیا جا سکتا ہے، اور اس معیار کے رو سے جو بچہ ان الفاظ کا تلفظ عمدگی کے ساتھ کر سکیگا وہ اُس بچے سے ذہین خیال کیا جائے گا جو ان کا تلفظ عمدہ طور پر نہین کر سکتا،

ان مختلف معیارون کے مطابق ابتدائی مدارس کے سو چھوٹے بچے اور اسی قسم کے سو ان پڑھ لڑکون کو جانچا گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مدرسہ کی تعلیم ذہانت کو اس قدر ترقی دیتی ہے جس کے لیے دو برس کی مدت درکار تھی، یعنی جس بچے کا سن دس برس کا ہے، مدرسہ کی تعلیم اس کی ذہانت کو بارہ سال کے ان پڑھ بچے کے برابر کر دیتی ہے،

اس تجربہ کا یہ اولین نتیجہ ہے، لیکن اس سے دوسرا نتیجہ یہ نکالا جا سکتا ہے کہ جن قومون مین ایک طویل زمانے سے تعلیم عام کر دیگئی ہے، ان کے بچے فطری اور موروثی طور پر ذہانت مین ان قومون کے بچون سے ممتاز ہوتے ہین جنمین تعلیم عام نہین ہے یا اس کی اشاعت چند روز سے ہوئی ہے، لیکن مختلف یورپین اور یادداشتون سے معلوم ہوتا ہے کہ بلجیم، سوٹزر لینڈ، انگلستان، فرانس اور مصر کے بچے ابتدائی عمر مین ذہانت

کے لحاظ سے برابر ہوتے ہین، پھر ان کی عمرین جس قدر بڑھتی جاتی ہین ان مین اختلاف پیدا ہوتا جاتا ہے، اور یہ اس اصول کا نتیجہ ہے کہ زندہ مخلوقات مین ابتدءً یکرنگی اور ہمواری پائی جاتی ہے، لیکن بعد کو ان مین اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، نباتات و حیوانات کی شکل و صورت ابتدا مین یکسان ہوتی ہے، پھر بعد کو ان کی حالتین مختلف ہو جاتی ہین، یہی حال بچون کی استعداد و ذہانت کا بھی ہے، شروع عمر مین ان مین کوئی فرق نہین ہوتا، لیکن بعد کو جب عمر بڑھتی ہے، تو باہم فرق و اختلاف پیدا ہو جاتا ہے،

"ع"

اِعْلان

شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدر آباد دکن

حسب تفصیل ذیل کتابون کی تالیف کے لیے کام کے نمونے مطلوب ہین، ہر کتاب کے متعلق ایک نمونہ حسب تصریح ذیل ناظم دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے پاس اشتہار کی تاریخ سے تین ماہ کی مدت مین پہنچ جانا چاہیئے،

۱- تاریخِ عہد بنی عباس محققانہ تاریخ مستند عربی تاریخون کی بنیاد پر۔ ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہوگی، تالیف کا معاوضہ پانچہزار روپیہ تک ہوگا، نمونہ بقدر کسی ایک خلیفہ کے عہد کے،

۲- مسلمانون کی خلافت اور سلطنت کے سیاسی نظریات،

عہد ہاے ذیل کے متعلق علٰحدہ علٰحدہ کتابین تالیف ہونگی، ہر عہد ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہوگا، تالیف کا معاوضہ دس روپیہ فی صفحہ تک ہو سکیگا، نمونہ بقدر ایک مکمل باب،

(۱) عہد نبوت و خلافت راشدہ،

(۲) عہد بنی عباس و بنی امیہ،

(۳) عہد بنی فاطمہ

(۴) اندلس کا عہد اسلامی

(۵) ہندوستان کا عہد اسلامی،

(۶) سلطنت عثمانی ترکی،

اخبار علمیہ

اکابر علماء اور کاہلی

اکابر علماء اور شعراء پر کاہلی کا الزام بہت قدیم ہے کیونکہ یہ لوگ اجتماعی زندگی کے شور اور ہنگاموں سے گھبرا کر گوشۂ عزلت تلاش کرتے ہیں کہ یہاں اطمینان کے ساتھ بیٹھکر نیچر سے سرگوشی کر سکیں، اسکاٹ لینڈ کے مشہور شاعر اور ناول نگار والٹر اسکاٹ کی نشست گاہ ایک پتھر تھی، یہ پتھر اسکاٹ لینڈ میں بہت مشہور ہے، وہ یہاں تنہائی میں بیٹھا کرتا تھا،

رولا جب کچھ لکھنا چاہتا تھا تو تھوڑی دیر ایک کشتی پر چت لیٹ جاتا، اور اس درمیان میں اپنے سامنے کے نیلگون ٹکڑوں کے سوا کچھ نہ دیکھتا،

نیوٹن چند گھنٹے اپنے خانہ باغ میں تنہا بیٹھتا تھا انھیں طویل نشستوں میں کی ایک نشست میں اس نے کشش کا راز معلوم کیا،

جفر یر لوگوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے بلوط کے سایہ میں بیٹھا کرتا تھا، کیونکہ بلوط کی شاخوں کی خفیف سرسراہٹ اس کے افکار کو ایسے بلند خیالات اور امیدوں کی دنیا میں پہنچا دیتی تھی، جہاں کی پر راحت زندگی اس فانی زندگی سے کہیں زیادہ دل آویز ہے، اس کے ہمسایہ اسکی اس زندگی کا مضحکہ اڑاتے تھے، اور اس کو کاہل سمجھتے تھے اور وہ ساکھو کے درخت کے نیچے پڑا ہوا ہاتھوں سے زمین کریدا کرتا تھا،

کیا چھوٹے کیڑے کان بناتے ہیں،

ولایات متحدہ امریکہ کے کانوں کے شعبہ کے ماہرین حیاتیات کی رائے ہے، کہ چھوٹے چھوٹے کیڑے پتھر کا کوئلہ بنانے میں بہت معاون ہوتے ہیں، اس کے ثبوت میں وہ اپنے مشاہدات بیان کرتے ہیں، کہ انھوں نے بعض

ایسے قومی جراثیم کا مشاہدہ کیا ہے جو لکڑی پر زندگی بسر کرتے ہیں، اور مدتوں زندہ رہتے ہیں اس لیے بہت ممکن ہے کہ اسی قسم کے جراثیم پتھر کے کوئلہ کی پیدائش کا سبب ہوتے ہوں، اس اعتقاد کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ انھوں نے ان نباتات کی تحلیل کے وقت جو پتھر کے کوئلہ کا قالب بدل رہی ہیں ان میں بہت ہی چھوٹے جراثیم کا مشاہدہ کیا ہے، اس سے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اسی قسم کے جراثیم نباتات کی طبیعت میں تبدیلی پیدا کر کے اس کے کوئلہ بنانے میں معاون ہوتے ہیں،

فیتامین کی دو جدید نوعین

بعض انگریز علماء نے دو جدید قسم کے فیتامین کا پتہ چلایا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک قسم کا فائدہ تجربہ والے چوہوں کے نمو میں ثابت ہو چکا ہے، لیکن ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوا، کہ اس سے انسان کو کیا فائدہ پہنچتا ہے، ابھی تک اس جدید قسم کا کوئی نام بھی نہیں تجویز ہوا ہے، اس کا انکشاف تازہ دودھ، خس گھانس پھوس بیل کے عضلات اور جگر میں ہوا ہے، البتہ اسکی دوسری قسم فیتامین بائی، (منسوب بہ بی B) کی ایک نئی شاخ ہے،

مٹھائی میں مصنوعی آفتاب کی شعاعیں

مختلف مواد میں آفتاب کی جمع شدہ کرنیں سل، قلتِ خون اور گٹھیا کے امراض کا جدید ترین طریقہ علاج ہیں، حال میں وائینا کے دو طبیبوں نے ایک جدید طریقہ ایجاد کیا ہے، جس کے ذریعہ سے مٹھائیوں میں بغیر ان کا مزا اور خوشبو بدلے ہوئے، مافوق البنفسجی شعاعیں پہنچ جاتی ہیں، ان طبیبوں نے یہ تجربہ سب سے پہلے چوہوں پر کیا اور ان کو مافوق البنفسجی شعاعیں پڑی ہوئی مٹھائی کھلائی، اس سے یہ بہت موٹے ہو گئے، چوہوں کے بعد انسانوں پر بھی یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا، جن لوگوں کو یہ مٹھائیاں استعمال کرائی گئیں ان کی بھوک کھل گئی اور خون بڑھ گیا، علامہ ہاری اسٹینبوک پروفیسر وسکنسن یونیورسٹی امریکہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے غلوں کو مصنوعی آفتاب کی شعاعوں سے متاثر کرنیکا طریقہ ایجاد کیا، اور اسکی ایجاد کے صلہ میں حکومت نے

ان کو انعام دیا، پروفیسر مذکور نے خلق اللہ کی خدمت کے خاطر اس تجربہ کے تمام حقوق یونیورسٹی مذکور کو دیدیے ہین اور اس یونیورسٹی نے اسے بعض غذا کے کارخانون کو اس شرط پر دیدیا ہے کہ وہ اِن شعاعون سے متاثر کی ہوئی غذا بلا نرخ بڑھاے ہوے عام لوگون کے ہاتھ فروخت کرے تاکہ سب اس سے مستفید ہون،

فیشن کی سنگدلی

فیشن عورت کو پوستین کے استعمال پر مجبور کرتا ہے، لیکن اس پوستین کے حصون مین جاندار کو شکار سے لیکر قتل تک مختلف تکلیف دہ حالتون مین مبتلا ہونا پڑتا ہے، اب کچھ دنون سے لوگون مین اس کا احساس ہو چلا ہے کہ وہ محض اپنی خواہشِ نفس کے خاطر جاندار پر سخت ظلم کرتے ہین، اور یورپ مین یہ تحریک پیدا ہو گئی ہے کہ جانورون کو ان سخت تکلیفون سے بچایا جاے، چنانچہ خاص خاص کھیتون مین ان کی پرورش و پرداخت کیجاتی ہے، یہان ان کو جال اور پھندے کی مصیبت سے نجات ملتی ہے، ایک رسالہ کا تخمینہ ہے کہ محض شمالی امریکہ مین ایک لاکھ پوستینین سالانہ فروخت ہوتی ہین، اور پوستین سازی کی صنعت اور اسکی تجارت کا چار سو ملین ڈالر صرف ہے سنہ ۱۹۲۵ مین واشنگٹن مین ایک کمیٹی بنی تھی کہ وہ پوستین والے حیوانون کو موجودہ طریقہ شکار سے بچاے جس مین جانور جلد نہین مرتا، آجکل شکار کے جو جال لگاے جاتے ہین یہ جانور کے پیرون کو اس طرح پکڑ لیتے ہین کہ ان کو سخت تکلیف ہوتی ہے، اور پرانے طریقہ شکار مین جانور وقتی تکلیف اٹھا کر بھاگ نکلتا تھا،

سکون کے پرکھنے کا آلہ

امریکہ مین سکون کے پرکھنے کا حیرت انگیز آلہ ایجاد ہوا ہے، تجربہ کے لیے اس مین ۳ مختلف قسم کے سکے ڈالے گئے، ایک تانبے کا ½ ڈالر، دوسرا اس سے کسی قدر حجم مین چھوٹا اور تیسرا وزن مین کم، ان سکون کی دھاتین بھی مختلف تھین، آلہ نے ان سب کو ناپ تول کر کے اور دھات کی تحلیل کر کے لوٹا دیا، اور فونوگراف کے ذریعہ کہا کہ امید ہے کہ آپ صرف کھرا سکہ استعمال کرین گے،

کانین تھکتی ہین،

علماے معاون لکھتے ہین کہ جاندارون کی طرح کانین بھی تھکتی ہین اور جب وہ مسلسل چھوٹے چھوٹے صدمات سے تھک جاتی ہین تو بلا کسی ظاہری سبب کے پھٹ جاتی ہین، ان کو پھٹنے سے بچانے کی صرف یہ صورت ہے کہ ان کو آرام کا موقعہ دیا جاے، مسٹر مور پروفیسر نیویز یونیورسٹی امریکہ نے ایک طریقہ ایجاد کیا ہے جس کے ذریعہ سے کانین ایک سو ملین سے زیادہ چھوٹے چھوٹے صدمات سے بچ سکتی ہین، پروفیسر مذکور نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ کان پہلے تھکاوٹ کا احساس کرتی ہے، اس احساس کی علامت یہ ہے کہ اسکی کوئی چھوٹی قلم تقسیم ہو جاتی ہے اور جب یہ تھکن برابر قائم رہتی ہے تو اور قلمین بھی تقسیم ہونے لگتی ہین اور پھر پوری کان پھٹ جاتی ہے،

"م"

کیا یورپ تباہ ہو جائیگا

یورپ کے طبی اور معاشرتی مستند حلقون مین اس خیال کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ یورپ کی ذہنی حالت روز بروز خراب ہو رہی ہے، اور اس کے ساتھ شرح پیدائش بھی گھٹ رہی ہے، اسلیے اگر کچھ زمانہ تک یہی حالت رہی تو یورپ کے لیے نہ صرف سخت ترین مشکلات کا سامنا ہوگا، بلکہ وہ تباہ و برباد ہو جاے گا، اُن کا خیال ہے کہ آیندہ لڑائیون مین مشین مشین کا جواب بنجائیگی، اس لیے اصلی معرکہ آرائی مختلف قومون کی انفرادی قوت مین محدود ہو جائے گی، اور جو قوم مضبوط اور کثیر التعداد ہوگی وہی غالب رہیگی، یہ افسوسناک حالت مغربی یورپ کی ہے، جو تمدن و تہذیب، ایجادات و اختراعات مین اپنے کو دنیا کا استاد سمجھتا ہے، لیکن اُس کی یہی مادی بلندی اس کے لیے رحمت کی جگہ زحمت اور برکت کی جگہ لعنت ثابت ہو رہی ہے،

"ن"

ادبیات

نالۂ تپش

جناب تپش بی، اے، لاہور

گرد ہین تیری شمع محفل کے	حوصلے دیکھ تو عنادل کے
کر گئے کام ولولے دل کے	قیس ہے ساتھ ساتھ محمل کے
توبہ کر بیٹھے میکشی سے وہ	بن گئے جام جب مری گل کے
رکھ کے آنکھون پہ لے گئے عشاق	سارے حلقے مری سلاسل کے
اب وہ طوفانِ زندگی کیسا ؟	موج آغوش مین ہے ساحل کے
کس قدر تند تھی شرابِ عشق	ہو گئے ٹکڑے شیشۂ دل کے
کیون نہ بھٹکین مسافرانِ عدم	پھیر مین آگئے ہین منزل کے
موج زن ہے حیات کا طوفان	قطرہ قطرہ مین خونِ بسمل کے
گل کھلاتی رہی چمن مین بہار	زخم جب تک ہرے رہے دل کے
اللہ اللہ رے خمارِ ستم !	لڑکھڑاتے ہین پاؤن قاتل کے
کردیا فاش راز، ناخنِ غم !	کھول کر عقدے میری مشکل کے

چھٹ گیا دامنِ امید تپش
رہگئے خالی ہاتھ سائل کے

تابشِ اختر

از جناب علی اختر صاحب اختر

شبون کو رشکِ سحر بنادے، سحر کے غنچے گلاب کردے	جو شمع سینے مین کی ہو روشن، اُسے آب آفتاب کردے
جھلک دکھا کر نظر ہٹالے، نظر ملا کر خراب کردے	مجھی کو ناکامیاب بھی کر، مجھی کو پھر کامیاب کردے
پھر اس طرح مسکرا، کہ رگ رگ مین برق کی لہر دوڑ جائے	سکوت ہنگامہ آفرین کر، سکون کو اب اضطراب کردے
ادا کی سحر آفرینیون کو، ستم کی آزادیان عطا کر	نظر کی صہبا فروشیون سے دلون کی دنیا خراب کردے
فریبِ تابِ نگاہ کب تک، ابھرے گلستان کو جاودان کر	جلا کے میری نظر کے پردے، حقیقتین بے نقاب کردے
وہ لذتِ بیخودی عطا کر، فدا ہو بیدارِ عقل جس پر	بنے جو بیداریون کا عنوان، وہ غفلتِ کیفِ خواب کردے
دھوئین کو صبحِ الم کے چمکا، حسین جلوون کی روشنی مین	وہ شب جو بے کیف تیرگی ہے، اُسے شبِ ماہتاب کردے
شراب کی بو سے ہر نفس ہو، نسیمِ صبحِ مراد میرا	مرے شبستانِ غم کو، آ، اب بہشتِ حسن و شباب کردے

یہ جوش سے کوئی جا کے کہدے کہ اخترِ نامراد کو بھی
اثر[1] سے ملنے کی آرزو ہے، خدا اگر کامیاب کردے

[1] نواب جعفر علیخان اثر لکھنوی،

آثارِ علمیہ و ادبیہ

نامۂ حالی

نتوان شمار دولت جاوید یافتن — در خود زروی ہندسہ گاہے شمار یافت

از بس پُر است جیبِ مسمّٰی زنقدِ اسم — ہر جا الف بجشت محاسب ہزار یافت

"میرزا غالب کے یہ دو شعر قصیدہ کے ہین جنکا مطلب باوجود غور کرنے کے بخوبی سمجھ مین نہین آیا تھا تو میرے اشارہ سے میرے برادر مکرم مولوی محمد ریاض حسن خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ المتخلص بہ دانش در پارسی و خیال در ریختہ نے مولانا حالی کو خط لکھکر اس کا مطلب دریافت کیا، مولانا حالی مرحوم نے جو خط جواب مین لکھا تھا وہ اس وقت تک موجود ہے، اب اسکی نقل جو انھین کے قلم و دست رعشہ دار سے ہے، بعینہ لکھکر بھیجتا ہون امید ہے کہ ناظرینِ معارف مین سے جن لوگون کو فارسی سے شغف اور اس قسم کی تحقیقات و تدقیقات سے دلچسپی ہے، شوق سے پڑھین گے اور محظوظ ہون گے۔"

"محمد اعجاز حسن"

مکرمی، اگرچہ مرزا صاحب کو مین عالمِ تخیل کا شہباز بلند پرواز سمجھتا ہون، اور ہندوستان کی فارسی شاعری کا اُن پر خاتمہ سمجھتا ہون لیکن مثل دیگر اساتذہ کے اُنکو بھی خطا اور لغزش سے پاک نہین سمجھتا مین اب لکھنے پڑھنے کے قابل نہین رہا لیکن آپ کا شوقِ مفرط دیکھکر بہ تکلف شعر مسئول عنہ کو معنی پہناتا ہون، آپ کو معلوم ہے کہ ہر حرف کا ایک مسمّٰی ہوتا ہے اور ایک اسم، مثلاً ا مسمّٰی ہے اور الف اسکا اسم ہے یا ثلاج مسمّٰی ہے اور جیم اُس کا اسم ہے، کہتا ہے کہ ممدوح کی دولتِ جاوید کسی طرح شمار نہین ہو سکتی، کیونکہ محاسب جب اُسکی دولت کو گنتا شروع کرتا ہو تو ایک کے ہزار ہو جاتے ہین جیسے اکا اسم الف ہے، اور الف اور الف کی ایک شکل ہے، تو گویا اسکی دولت کا ایک گننے سے ہزار گونہ ہو جاتا ہے،

مگر میرے نزدیک یہ خیال مرزا صاحب سے بوجہ احسن ادا نہین ہوا جیب مسمّٰے کا نقدِ اسم سے پر ہونے سے یہ مراد ہے، کہ ایک کے ہزار ہو جاتے ہین، والسلام

الطاف حسین حالی

از پانی پت ۳ر اپریل ۱۳ء

باب التقریظ والانتقاد

دو مصنف شاہزادے

دیوانِ کامران اور مجمع البحرین

مغل بادشاہون اور شہزادونکو جو چیز دنیا کے تمام حکمران طبقہ سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ صاحب سیف بھی تھے اور صاحبِ قلم بھی، وہ دل و دماغ اور دست و بازو دونون کے بادشاہ تھے، وہ رزم و بزم دونون مملکتون پر یکسان طور پر حکمران تھے، ہندوستان مین آکر انکا یہ وصف اور نمایان ہوگیا، چنانچہ بابر سے لیکر بہادر شاہ ثانی تک (برائے نام وقتی بادشاہون کو چھوڑکر) کوئی بھی ایسا فرمان روا نظر نہین آتا، جس کا ہاتھ تیغ و قلم سے خالی ہو، بابر ہندوستان بھی فتح کرتا ہے، اور تزک و دیوان بھی مرتب کرتا ہے، ہمایون شیر شاہ کا مقابلہ بھی کرتا ہے، اور کتبخانہ مین بیٹھ کر مطالعہ بھی کرتا ہے، اکبر راجپوتانہ و دکن کو زیر و زبر بھی کرتا ہے، اور علمی دفاتر بھی اُسکے سامنے الٹے جاتے ہین، جہانگیر شمشیر زنی بھی کرتا رہتا ہے، اور فرصت کے وقت تزک بھی لکھتا جاتا ہے، شاہجہان میدانِ کارزار مین دشمنون کے سر بھی قلم کرتا ہے، اور گوشۂ عافیت مین بیٹھکر کتابون کی سیر بھی کرتا ہے، اورنگزیب دکن کو ملحق کرکے اپنی حکومت بھی وسیع کرتا ہے، اور اپنے گرانبہا رقعات کا خزانۂ معلومات بھی دیجاتا ہے، بہادر شاہ اول ہندوستان کا بادشاہ ہی نہین بلکہ "شیخ المحدثین" بھی ہے، حتی کہ غریب و بدنصیب ظفر شاہ قلعۂ معلی کا "شاہ عالم" ہی نہین بلکہ ضخیم دیوانون کا مصنف بھی ہے، یہ تو حکمرانون کا حال تھا، دوسرے شہزادے بھی اس حیثیت سے کسی سے کم نہ تھے، کامرانؔ، داراؔ، رساؔ وغیرہ اسکی نمایان مثالین ہین، اور یہان پر ہم اول الذکر دو شہزادون کے علمی کمال کے متعلق

کچھ کہین گے

یہ بھی زمانہ کی ستم ظریفی ہے کہ یہ دونون شہزادے اپنے بھائیون ہی کے ہاتھون مظلوم بنے، اور چونکہ ان کے بعد جو مورخ بھی پیدا ہوئے، ان کو دربار یا اہلِ دربار سے تعلق تھا، اس لئے انھون نے بڑی حد تک صداقت کو مادی منفعت کے بھینٹ چڑھا دیا، اور یہی وجہ ہے کہ نہ تو ہمکو ان کے ذاتی حالات، یا ان کے صحیح پوزیشن کا علم ہے، اور نہ انکے کمالات علمی کا، اس حیثیت سے ملک کے نوجوان مصنف و محقق جناب پروفیسر محفوظ الحق صاحب ایم اے، ہمارے شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہین، کہ انھون نے صدیون بعد ان دو مظلومون کی حالت پر رحم کرکے اُن کے علمی فتوحات کے دو عظیم الشان کارنامون کو دنیا تک پہونچا دیا، اور اپنے فاضلانہ مقدمہ کے ذریعہ انکے تمام ذاتی و خاندانی حالات علمی و عملی کارنامون اور مملکت علم مین ان کے حقیقی درجہ کو ہمارے سامنے پیش کردیا،

کامران، بابر کا بیٹا اور ہمایون کا (سوتیلا) بھائی تھا، وہ فاتحِ ہند کی گود مین پلا اسکی پدرانہ شفقت کی تربیت مین بڑھا، اور بالآخر بھائی کی خودغرضانہ مصلحت اندیشی کا شکار ہوا، بابر نے اپنی زندگی ہی مین اسے کابل و قندہار بلکہ پنجاب و سندھ کا بھی ایک حصہ دے رکھا تھا، لیکن باپ کی موت کے بعد ہی بھائیون مین لڑائی شروع ہوئی، اور خود ہمایون نے اُس سے ان ممالک کو لے لینا چاہا، حتی کہ یہان تک بیان کیا جاتا ہے کہ ہمایون نے اسے زہر تک دینے کا سامان کردیا تھا، ہان یہ سچ ہے، کہ ہمایون کو ہندوستانی فوج نہین مل سکتی تھی، اور افغانستان وغیرہ کا علاقہ اسکے بھائی کے قبضہ مین ہونے کی وجہ سے وہان بھی وہ فوج بھرتی نہین کرسکتا تھا، لیکن اسکے ہرگز یہ معنی نہ تھے کہ وہ دوسرے بھائی کو اس کے جائز حق سے محروم کرتا، ہمایون نے کیا ہندوستان سے جانے کے پہلے اور کیا واپس آنے کے بعد ہمیشہ کامران کو بے دخل کرنے ہی کی کوشش مین رہا، اور اگرچہ آج تمام تاریخین اس صداقت سے خالی ہین، لیکن اگر کامران

---

[1] دیوان میرزا کامران، مجمع البحرین مصنفہ داراشکوہ،

کامیاب ہوتا تو شاید موجودہ تاریخون کا رنگ ہی دوسرا ہوتا،

اسمین کوئی شبہہ نہین کہ ہمایون نے اسے ملکی حکومت سے بےدخل کردیا، اُسے اندھا کرایا اور اُس غریب الدیار نے وطن سے ہزارون میل دور جلاوطنی مین جان دی، لیکن پھر بھی ہمایون اُسکی اُس حکومت سے جو سنگ وخاک اور مٹی اور پتھر کی فانی حکومت سے مضبوط تر، مستحکم تر، اور دیرپا تھی محروم نہ کرسکا، اس سے ہماری مراد اسکی وہ حکومت ہے جو مملکتِ کلام کے نام سے موسوم ہے،

کامران کے ایک بلند پایہ نغز گو شاعر ہونے مین کسی کو کلام نہین، اسکی غزلین صاف، روان، سادہ اور پرتاثیر ہین، اسکی رباعیات، قطعات وغیرہ کا بھی یہی حال ہے، وہ صرف فارسی ہی کا شاعر نہ تھا، بلکہ ترکی مین بھی شعر کہتا تھا، اور اگر مخزن الغرائب کی روایت تسلیم کرلیجائے تو وہ اردو مین بھی کہہ لیتا تھا، ان تمام حالات کے باوجود اس کا کلام بعض تذکرون اور بیاضون کے علاوہ کہین نہین ملتا تھا، اور اس بدنصیب شہزادہ کا یہ روشن تر پہلو بھی ہماری آنکھون سے پوشیدہ، مگر پروفیسر محفوظ الحق نے اس فرض کو اپنے ذمہ لیا اور اسکے دیوان کو، جسکا صرف ایک ہی نسخہ موجود ہے، اور جو خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ کی ملکیت ہے نہایت اہتمام سے شایع کیا،

ابتدا مین لایق مصنف نے ۵ صفحون کا ایک پر از معلومات مقدمہ لکھا ہے، اسمین کامران کے ذاتی حالات، اسکی برادرانہ کشمکش، اسکی ناکامیابیان، اور پھر اسکی شاعری پر تنقید اور دیوان کامران کے موجودہ نسخہ کے خصائص نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ لکھے ہین، ان کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے نوجوان محقق نے اس سلسلہ مین کتنی محنت کی ہے، اور کیسے کیسے جواہر ریزون کو یکجا کرکے زر وجواہر کا انبار لگادیا ہے، کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اُن لوگون کے لئے جو اردو نہین جانتے مقدمہ کا خلاصہ انگریزی مین دیدیا گیا ہے، اور کتاب کو ہمہ وجوہ مکمل بنانے کے لئے قلمی نسخہ کے ٹائٹل پیج کا عکس بھی دیاگیا ہے، کہ اس سے نفس اس نسخہ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، یہ نسخہ خود میرزا کامران کی زندگی مین لکھا گیا

تھا، اور اس کے بعد کامران کی بیٹی نور النسا، جہانگیر، شاہجہان، عالمگیر وغیرہ کے پاس بھی رہا ہے، جہانگیر و شاہجہان کے ہاتھ کی تحریرین بھی اس پر ثبت ہین اور مغل سلاطین وامرا کی مہرون سے بھرا ہوا ہے، دیوان کا کاتب مشہور خطاط محمود بن اسحاق الشہابی ہے، اور اسکی ایک وصلی کا بھی عکس درج ہے، ان کے علاوہ ہمایون وبابر کی شانِ تحریر ظاہر کرنے کے لئے مشہور نسخہ دیوانِ حافظ مملوکہ کتب خانہ پٹنہ اور دیوانِ بابر مملوکہ کتبخانہ سرکاری رامپور کے عکس بھی دیئے گئے ہین مطبوعہ کتاب کا پہلا ٹائٹل پیج بھی بلاک کا ہے، اور کتابت او طباعت بھی بہت اچھی ہے،

اسی بدنصیب شاہزادہ کی طرح اس سے تقریبًا ایک سو سال بعد ایک اور شہزادہ اسی طرح برادرانہ جنگ کے نذر ہوا، اس سے مراد، شاہِ بلند اقبال دارا شکوہ ہے، دارا کے علم وفضل سے کون انکار کرسکتا ہے اسکی متعدد تصانیف اور اسکا منتخب کلام جو ہم تک پہونچا ہے، اس بات کا ثبوت ہین کہ وہ ایک لایق مصنف اور اچھا شاعر تھا، تصوف سے اُسے ابتدا ہی سے لگاؤ تھا، اور اکبر نے اتحادِ مذاہب کی جو بنیاد قائم کی تھی، اس کا آخری معمار یہی بدنصیب شہزادہ تھا، وہ اپنی تصانیف کے ذریعہ یہ بتانا چاہتا تھا کہ ہندو مذہب اور اسلام مین کوئی بنیادی فرق نہین ہے، اصولِ توحید مین دونون یکسان ہین، اور اپنے اسی عقیدہ کے جوش مین وہ مسلم کی جگہ موحد ہوگیا تھا، اور اسی کے ثبوت مین اس نے پہلے مجمع البحرین لکھی اور پھر اپنشد کا ترجمہ کرتے ہوئے، وید کو قرآن کی مذکورہ کتاب "مکنون" ٹھہرایا،

مگر دارا کا وہ ادعائے فضل وکمال، اور فقر وغنا اس کے اُن افسوسناک اعمال وحرکات کے مقابلہ مین جو اس نے بھائیون سے جائز رکھے تھے، ایک بڑی حد تک اس سے ہماری ہمدردی کو چھین لیتے ہین، اس نے اپنی برادرکش حکمت عملی کی وجہ سے ہندوستان کو کئی سال تک ایک میدانِ جنگ بنا دیا تھا، اس سے کوئی مورخ انکار نہین کرسکتا، اور اسکی یہی کارروائی اس کے صوفیانہ صاف دامن پر دنیا داری کا بدنما داغ ہے، اگر دارا اپنے کو صرف اپنے علمی کارنامون ہی مین لگائے رکھتا تو آج وہ مصلحین مذہب

کی اولین صف مین ممتاز جگہ پر نظر آتا ، اوس کے قول و فعل کے تضاد نے اُسے کہین کا نہ رکھا، اور وہ کسی جماعت کا ہیرو نہ بن سکا،

تو کہے گبر مجھے، گبر مسلمان مجھکو

بہر حال یہان پر ہمکو ان چیزون سے چندان بحث نہین ہے، اور اس چیز کو ہندوستان کے سیاسی مورخ کے لئے چھوڑکر اسکی زیرِ تنقید کتاب کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہین،

دارا کو تحقیقِ مذاہب کا جو شوق تھا، وہ اس بات کا مقتضی تھا کہ وہ تمام دوسرے مذاہب کے اصول کا مطالعہ کرے، چنانچہ اُس نے اس طرف توجہ کی، نہ صرف اس نے کتابین پڑھین، نہ صرف اس نے پنڈتون سے تبادلۂ خیال کیا، بلکہ اس نے اصل حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے ہندو جوگیون اور رشیون سے ملاقات کی، اسکی تصانیف کی ترتیب جن پر پروفیسر صاحب ممدوح نے نہایت ترتیب کے ساتھ ناقدانہ تبصرہ کیا ہے، ہمکو یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ وہ کس طرح اپنے اس مطالعہ، تبادلۂ خیال، اور ملاقاتون کی وجہ سے اسلام یا اسلامی تصوف سے الگ ہو رہا ہے، خوشامدی درباریون اور خود غرض مصاحبون نے اُسے باور کرا دیا کہ وہ ولی اللہ اور مقربِ خدا ہے، بس پھر کیا تھا، ایک طرف تو اسکو ندائے غیبی سنائی دینے لگی، اور دوسری طرف لشسٹھ جی خواب مین آکر مہاراجہ رام چندر سے اس کا برادرانہ تعارف کرانے لگے، ان چیزون نے روز بروز بڑھنا شروع کیا، اور دارا نے رشی بابا لعل کے اس دعویٰ کو تسلیم کرتے ہوے کہ حق و صداقت اور توصل الی اللہ کسی مذہب کی ملکیت نہین ہے مجمع البحرین لکھی اور اسمین ویدانتک توحید اور اسلامی متصوفانہ توحید کے اصول کو ایک ثابت کر دکھایا، مجمع البحرین اسی اجمال کی تفصیل ہے،

پروفیسر محفوظ الحق نے اس کتاب کو شایع کرکے نہ صرف ایک بڑی علمی و متصوفانہ خدمت انجام دی ہے، بلکہ سیاسی حیثیت سے بھی اسکو خاص اہمیت حاصل ہے، کہ یہ کتاب یہ بتانے کے لئے کافی

ہے، کہ مسلمان عوام تو عوام خود سلاطین اور شہزادے کس طرح دونون مذاہب کی مشترک تعلیمات کو یکجا کرکے دونون قومون مین ذہنی و سیاسی اتحاد کی کوشش مین مصروف تھے،

یون تو دارا شکوہ کی متعدد کتابین شایع ہو چکی ہین، لیکن اس کتاب کا شایع ہونا خاص اہمیت رکھتا ہے، ایک مشہور فرانسیسی مستشرق کا بیان ہے کہ اُس نے توحید کو اسی کتاب سے سمجھا ہے، فرانس مین دارا کے متعلق خاص دلچسپی کا اظہار کیا گیا ہے، اور اس وقت ایک ہندوستانی طالب علم پیرس مین اسی کے متعلق کتاب لکھنے مین مصروف ہین،

مجمع البحرین کے اس نسخہ کی اشاعت مین پروفیسر صاحب نے جو محنت کی ہے، اور جس جانفشانی سے مختلف نسخون کو مقابلہ کرکے ان اختلافات کو یکجا کیا ہے، وہ ان لوگون سے جو ایسے کام سے دلچسپی یا ان کا عملی تجربہ رکھتے ہین، ضرور خراجِ تحسین وصول کریگا، ابتدا مین دارا کی زندگی، اسکی تصانیف اور نفس مجمع البحرین کے امتیازات پر ناقدانہ بحث ہے، اسکے بعد مجمع البحرین کا انگریزی ترجمہ ہے، پھر اصل کتاب، بعد ازان اختلافات اور خاتمہ پر تین ابجدی فہرستین، پروفیسر صاحب کے مقدمہ مین، جو حاشیے ہین، وہ معلومات کی کان ہین، اور ان سے انکی وسعتِ نظر کا پتہ چلتا ہے، ہم جوان سال و جوان ہمت پروفیسر کو ان کی اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہین، اور توقع رکھتے ہین کہ وہ کم از کم دارا کے متعلق اپنی اس ہمدردی کو جاری رکھکر اسکی دوسری کتابون کو بھی ہم تک پہونچا دین گے کہ مظلومون کی امداد دنیا کی سب سے بڑی نیکی ہے،

اجرش دہد خدائے کہ کردست یاوری

باآن کسے کہ حامی و ناصر نہ داشتند

"ن"

لال گُھٹور

اردو مین سراغ رسانی کے افسانہ لکھنے والون مین ہمارے دوست جناب ظفر عمر صاحب سب انسپکٹر

پولیس صوبۂ متحدہ (جونپور) نے خاص شہرت حاصل کی ہے چورون کا کلب، بہرام کی گرفتاری اور نیلی چھتری اُن کے بہترین افسانے ہین اور خصوصیت کے ساتھ اُن کی نیلی چھتری سب سے زیادہ دلچسپ، مقبول اور ہر دلعزیز افسانہ ہے، اور شاید اُن کے قلم کا بہترین کارنامہ جسمین آرسن لوپن کی کارفرمائیون کی جھلک پوری طرح نمایان ہے،

ابھی حال مین اُنھون نے لال گھوڑ کے نام ایک تازہ افسانہ حوالۂ قلم کیا ہے، اور چھپ کر شایع ہوا ہے، یہ بھی سراغرسانی کا دلچسپ افسانہ ہے، مگر اسکی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تمامتر فرضی افسانہ نہین بلکہ "بادہ و ساغر" کہکر اسمین "معاملۂ حق کی گفتگو" کی ہے، اور زمانۂ ماضی کی فرضی داستان نہین بلکہ زمانۂ حال کے کچھ "حقائق و دقائق" ہین،

مصنف نے اسمین اپنے دو گذشتہ معروف و مشہور ہیرو دُن مسعود اور بہرام کے ساتھ مرزا بلگرامی نام ایک نئے ہیرو کا تعارف کرایا ہے، جو نہ مسعود کی طرح علی گڈھ کا گریجویٹ، اور نہ بہرام کی طرح شریف ڈاکو ہے، بلکہ ایک "صوفی عالی مقام" ہے، جس کے "رازِ درون پردہ" کو عالم آشکارا کیا گیا ہے، ہمارے دوست کے افسانون مین ایک عیب یہ ہوتا ہے، کہ وہ مختصر ہوتے ہین، اور شاید یہی عیب دوسرے کم فرصت لوگون کے نزدیک ہنر بھی ہو، مگر اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قصہ کی اُلجھنون اور بھول بھلیون مین گرہین اور پیچیدگیان کم پڑتی ہین، حالانکہ یہی پیچیدگیان اس قسم کے قصون کی جان ہوتی ہین، معلوم نہین ہمارے قلیل الفرصت کثیر المشاغل صاحب السیف والقلم سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس ہماری اس خوردہ گیری سے اتفاق کرین گے یا نہین،

لال گھوڑ مین ریاست بھوپال کے ایک فون خزانہ کی سراغرسانی کا قصہ ہے، جسمین ایک پارسی لڑکی، مسٹر مسعود، بہرام جنگ اور مرزا بلگرامی کے کارنامون کی تفصیل ہی مرزا بلگرامی کے پہچاننے مین ناظرین کو دقت نہ ہوگی، تاہم اگر اسمین مرزا صاحب کے ساحرانہ کمالات کے دکھانے کے لئے "ثعبان مبین" کے بجائے "عصاے موسوی" اور "ید بیضا" کی کرامتین دکھائی جاتین تو زیادہ مناسب ہوتا،

افسانہ نہایت دلچسپ ہے، فرصت کے اوقات مین مطالعہ کے لائق ہی، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۲۴۳ صفحے، قیمت عہ، پتہ نامی پریس لکھنؤ

ملے معارف :۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی والا سانپ،

مطبوعاتِ جدیدہ

یادگارِ عشق

مرتبہ جناب ثاقب عظیم آبادی، ص ۱۲ + ۳۰ + ۱۶۰، قیمت عہ، پتہ :۔ انجمن ترقی اُردو، پٹنہ سٹی،

حضرت رکن الدین عشق اردو شعرا کے اُس ممتاز اولین جماعت سے تعلق رکھتے ہین جس نے میر، درد، اثر و سوز پیدا کئے، حضرت عشق اردو کے تیسرے مرکز عظیم آباد کے شاید اولین اردو شاعر ہین، وہ تصوف و شاعری کے وراثۃً مالک تھے، اس لئے تسخیرِ قلب اور قبولیتِ عام کا سحر حلال انکے قبضہ مین تھا، صوبہ بہار کا چپہ چپہ اُنکے صوفیانہ فیوض سے بابرکت ہو رہا ہے، لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ صوبہ کے ولی کے کلام و حالات کو لوگون نے بھلا دیا تھا، حتی کہ شاد مرحوم کو بھی اُن کے ایک شعر کے علاوہ کچھ اور نہ معلوم تھا، مگر خوش قسمتی سے جناب ثاقب کو اُن کے کلیات کا ایک نسخہ جو سات سو صفحات پر مشتمل ہے مل گیا ہے، اُن کے کلام کی اہمیت کا اقتضا تو یہ تھا کہ ان کا پورا کلیات شایع کر دیا جاتا، مگر صوبہ کے اصحابِ دولت کی بے توجہی اور اصحابِ علم کی روایتی غربت اس کام مین سخت رکاوٹ ہے، اس لئے جناب ثاقب نے صرف اپنے ذرایع پر بھروسہ کرکے اسکے انتخاب کا بیڑہ اٹھایا، اور بحمد اللہ کہ وہ اسمین ایک بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہین، اس کتاب مین انتخابِ کلام کے علاوہ مرتب کی لکھی ہوئی ایک تمہید اور عشق کے حالات اور ان کی شاعری کی خصوصیات پر سو صفحون کا دیباچہ ہے، ان کے علاوہ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کا ایک مقدمہ ہے، اس مقدمہ مین عشق کے حالات پر ناقدانہ بحث کے علاوہ، لکھنؤ اور دہلی کی شاعرانہ خصوصیات پر نہایت ہی بلیغ طریقہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، کلام کا انتخاب ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے، اور اس مین غزل

رباعی اور مثنوی سب ہین، ہم جناب ثاقب کو اس علمی خدمت پر مبارکباد دیتے ہین،

سلیقۂ تحریر، مولفہ جناب مولوی محمد مسلم صاحب ایم اے، تقطیع خورد، ص ۱۶۰، قیمت عہ

پتہ:- مؤلف، سینٹ کولمبس کالج، ہزاری باغ،

آج سے تقریبًا ۱۰ سال قبل مؤلف نے تعلیم التسوید کے نام سے ایک مجلد رسالہ مضمون نگاری کے متعلق شایع کیا تھا، اور اُس زمانہ مین صوبہ بہار کے اکثر اسکولون مین اسے بڑی مقبولیت حاصل ہوگئی تھی، اب اس طویل مدت کے بعد انھون نے اپنے اسی رسالہ کو ترمیم و اضافہ کے ساتھ شایع کیا ہے، ابتدا مین کتابت وغیرہ کے اصول بتائے ہین، پھر خطوط کا طریقہ سکھایا ہے، اور آخر مین مختلف قسم کے مضامین لکھنے کی تعلیم دی ہے، طلبہ کی آسانی اور سمجھانے کے لئے ہر چیز کی مثالین بھی دی ہین، امید کہ یہ رسالہ بھی اپنے پیش رو کی طرح مقبول ہوگا، کہ نقاش نقشِ ثانی بہتر کشد ز اول،

آئینۂ اردو، مولفہ مولوی محمد شفیع اللہ صاحب صفی، ص ۱۶۰، قیمت عہ، پتہ محمد فضل کریم صاحب تاجر کتب پھری رود گیا،

اس رسالہ مین مؤلف نے حروفِ تہجی سے لے کر صرف و نحو، تذکیر و تانیث، معانی و بیان غرضکہ تمام ضروری لسانی و تحریری مباحث پر نہایت ہی صاف اور سادہ زبان مین معلومات یکجا کئے ہین، نہ صرف اسکول بلکہ بہتیرے کالج کے طلبہ بھی اس مفید تالیف سے فائدہ اٹھا سکتے ہین، لیکن اسکے ساتھ ہی ہمکو یہ دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ ابھی تک طریقۂ تحریر وغیرہ کے متعلق ہمارے اساتذہ ہی مین اتفاقِ رائے نہین ہے، چنانچہ سلیقۂ تحریر مین جناب مسلم صاحب نے لکھا ہے کہ

"جب دو لفظ اس طرح مرکب ہون کہ مل کر (ملکر) جدا مفہوم پیدا کرین تو ان کو ایک لفظ قرار دیکر ساتھ لکھنا چاہئے، الگ لکھنا غلط ہے، .... دیکھکر صحیح ہے دیکھ کر غلط،" صٹ

اب صاحب آئینۂ اردو کی تعلیم دیکھئے:-

"لفظ "کر" عام طور پر اپنے پہلے کے لفظ سے الگ لکھا جاتا ہے، جیسے سمجھ کر، بوجھ کر وغیرہ ...... الخ" ص ۱۰

اب غریب طلبہ حیران ہین کہ وہ کس استاد کا کہنا کرین، کیا ہمارے اساتذہ سب سے پہلے ایک متحدہ طریقہ کے اختیار پر متفق ہون گے یا کارِ طفلان تمام خواہد شد،

کائناتِ ادب، مرتبہ جناب ایم اے حمید صاحب میرٹھی، ص ۳۴۰، قیمت درج نہین،

پتہ:- ایجوکیشنل بک ہاؤس، سول لائن علی گڈھ،

ہندوستان کے مختلف صوبون مین اردو مٹریکولیشن کے امتحان کے لئے تقریبًا لازمی ہے، اور طلبہ کی اسی ضرورت کو محسوس کرکے متعدد اشخاص نے اردو مصنفین کے انتخابات کے مجموعے شایع کئے ہین، زیرِ تنقید کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اور مٹریکولیشن کے طلبہ کے لئے لکھی گئی ہے، اسمین تقریبًا گذشتہ اساتذہ کے مضامین کا انتخاب ہے، خطوط بھی دے گئے، اور آخر مین مصنفین و شعراء کے حالات بھی ہین، جو یقینًا طلبہ کے لئے بہت مفید ہون گے، خطوط سولہ اصحاب کے ہین، نثر مین ۱۱ مضامین ہین، اور نظم مین ۲۳ شعراء کے کلام کا انتخاب ہے،

اسلامی قانونِ فوجداری، مترجمہ مولانا عبد السلام صاحب ندوی، ص ۵۰۴، قیمت للعہ

پتہ منیجر دار المصنفین، اعظم گڈھ،

انگریزون نے جب شروع شروع ملک پر قبضہ کیا تو ان کے پاس تعزیراتِ ہند کی ضخیم جلدین تھین اور نہ قانون ساز مجالس اس لئے انھون نے ہندوون اور مسلمانون کے معاملات کو طے کرنے کا یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ وہ اول الذکر کے مقدمات مین پنڈتون سے اور موخر الذکر کے معاملات مین مولویون سے استمداد کرتے، اسی ضرورت کی بنا پر اسی زمانہ مین ایسی متعدد کتابین فارسی مین

لکھی گئیں، جن مین اسلامی قانون کی توضیح و تشریح تھی، انھین مین سے ایک کتاب محمد آباد کی عدالت کے مشیر شرعی مولانا سلامت علیخان مشہور بہ حذاقت خان تھے، انھون نے اسلامی فوجداری قانون کے تمام دفعات کو فقہ حنفیہ کی متعدد مستند تاریخون سے جمع کر کے فارسی ترجمہ کے ساتھ پیش کیا تھا، یہ کتاب اپنی اصل شکل مین دو بار شایع ہو چکی ہے، اور اب حیدر آباد کے علم دوست وکیل جناب میر احمد شریف صاحب کی فرمایش سے جناب مولانا عبد السلام صاحب ندوی نے اسکو اردو کا جامہ پہنایا ہے، ترجمہ کی خوبیون کے متعلق مولانا کا نام ہی کافی ہے، امید کہ قانون پیشہ اور علم دوست اصحاب اس سے فائدہ اٹھائین گے،

تفسیرِ قرآن، مصنفہ مولوی شایق احمد صاحب عثمانی ص ۱۵۷ قیمت ۱۲ ر پتہ منیجر عصر جدید، نمبرہ، چونا گلی کلکتہ،

مولوی شایق احمد صاحب اُن چند مخصوص نوجوان کارکنون مین ہین، جو صحافت و سیاست کے دائمی طوفان مین گھرے رہنے کے بعد بھی وقتی سکون سے فائدہ اُٹھا کر کچھ نہ کچھ علمی خدمت کرتے رہتے ہین، آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے انھون نے تفسیرِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا تھا، اور اسی زمانہ مین انتیسوین اور تیسوین پارون کی تفسیر بھی شایع کر دی تھی، اور اب انھون نے پانچ سورتون کی مزید تفسیر شایع کی ہے، یہ سورتین یہ ہین: (۱) ملک، (۲) دہر (۳) نبا، (۴) بلد اور (۵) عادیات، مولوی صاحب موصوف کی زبان صاف اور سادہ ہوتی ہے، اور معمولی سے معمولی علم کا آدمی بھی انکی تفسیر کو بآسانی سمجھ سکتا ہے،

سفینۃ الخیرات فی ذکر مناقب السادات، مولفہ مولوی مرغوب احمد صاحب لاجپوری ص ۸۰، قیمت درج نہین، پتہ مؤلف، مدرسہ تعلیم الدین نمبر ۳۳۴ مغل اسٹریٹ رنگون،

مولوی مرغوب احمد صاحب نے اس کتاب مین خاندانِ نبوت، اہل بیت اطہار اور ائمہ کرام کی بزرگی، سرداری اور روحانی عظمت و بزرگی کے متعلق قرآن، حدیث اور دیگر ذرائع سے بحث کی ہے، اُمید کہ خاندانِ نبوت سے محبت رکھنے والے اس سے مستفید ہون گے،

"ن"

جلد بست و پنجم | ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء | عدد ۳

مضامین